اسلام اور سائنس

Islam Aur Science

تحریر: مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب

(دامت برکاتہم العالیہ)

www.FaizAhmedOwaisi.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

اسلام اور سائنس

مصنف ۔ فیض ملت، آفتاب اہلسنّت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مد ظلہ العالی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ خالق السمٰوٰت والارضین والصلوٰۃ والسلام علٰی من کان نبینا

وآدم الماء والطین وعلٰی آلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین وعلی

اولیاء امتہ الکاملین علماء ملتہ الراسخین۔

مقدمہ

سائنسی ایجادات اسلام کی تائید کرتی ہیں لیکن بعض باتیں اسلامی ضوابط وقواعد کے خلاف ہوتی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ زمین گھوم رہی ہے، آسمانوں کا سرے سے وجود ہی کوئی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سائنس کی غلطی نہیں ان کی غلطی ہے جن کے ہاتھ میں امورِ سائنس کی چابی ہے۔ ورنہ الحمد للہ سائنس ہے ہی مسلمانوں کی ایجاد جسے فقیر آگے چل کر عرض کرے گا یہاں ایک بحث سے آغاز کرتا ہوں وہ یہ کہ سائنس کلمہ طیبہ کی وضاحت کرتی ہے۔

اہل فہم سوچیں کہ وہ سائنس جو ہمارے اسلام کی تائید کرے ہم اس کا انکار کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ غلط کاروں نے ہمیں اس کا منکر بنا دیا وہ اس طرح کہ ہم کہتے ہیں کہ سائنس تو اسلام کی لونڈی ہے وہ اس کا کب خلاف ہوسکتا ہے ہاں خلاف غلط کار کرتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں مسلمانوں کو، یہ سائنس کے منکر ہیں۔ ہم ایک قاعدہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ یہ غلط کار لوگوں کی سائنس کا اعلان اصول اسلام کے موافق ہو وہ سمجھ لو کہ یہ اسلام کی تائید میں ہوا ہے اور جو اسلام کے خلاف ہو سمجھ لو کہ یہ غلط کار سائنسدانوں کی غلط کاروائی ہے۔ اب پڑھئے۔ سائنس کی وضاحت برائے کلمہ اسلام۔

سائنس ہمارے کلمہ طیبہ کی وضاحت کرتی ہے

ہمارا کلمہ طیبہ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)

جس کا مطلب ہے۔ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان حضور اکرم (ﷺ) کی تعلیمات اور احکامات کے مطابق اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور اس کی بندگی کرے گا۔

اس کلمہ کے دو حصے ہیں۔ ایک میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات اور دوسرے حصے میں حضور سرورِ کائنات (ﷺ) کی حیثیت اور مرتبے کا تعین کیا گیا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں یہ کوشش کروں گا کہ ہر حوالے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی رسالت اور مرتبے کو ثابت کروں۔

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے:

جب ہم اللہ اکبر کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے لیکن کیا ہم اس واحد کی عظمت اور بزرگی کا تصور بھی کر سکتے ہیں۔ جس نے اکیلے تمام زمینوں اور آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے پیدا کیا؟ نہیں! اس لئے نہیں کہ ہم اس قدر کمزور اور کم علم ہیں کہ ہم اس عظیم ذات کے بارے میں معلومات جمع ہی نہیں کر سکتے اور نہ ہمارا علم اس کی ذات کے تصور کا صحیح طور پر احاطہ کر سکتا ہے۔ لیکن قطع نظر اس کے ہمارے پاس چند ایسے تقابلی نظریات ہیں جس کے ذریعے ہم زمینوں (یعنی زمینوں سے مراد وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں کے نیچے اور خلا میں موجود ہے) آسمانوں اور کائنات کا مشاہدہ کر کے اس کی ذات کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہماری زمین نظام شمسی کے ان نو سیاروں میں ایک چھوٹا سا سیارہ ہے جو کہ سورج سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ان سیاروں کا سورج سے فاصلہ اور ان کا قطر ذیل میں دیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	سیارہ	قطر	سورج سے فاصلہ
۱	عطارد	۳۱۰۰ میل	تین کروڑ ۶۰ لاکھ میل
۲	زہرہ	۷۶۰۰ میل	چھ کروڑ ۷۰ لاکھ میل

۳	زمین	۷۹۰۰میل	نو کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۴	مریخ	۴۲۰۰میل	سولہ کروڑ ۲۰ لاکھ میل
۵	مشتری	۸۸۷۷۰میل	۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۶	زحل	۷۵۰۰۰میل	۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ میل
۷	یورانس	۲۹۵۰۰۰میل	ایک ارب ۷۸ کروڑ ۵۰ لاکھ میل
۸	نیپچون	۲۶۸۰۰۰۰میل	دوارب ۷۹ کروڑ ۲۰ لاکھ میل
۹	پلاٹو	۳۶۰۰۰۰۰میل	۳ارب ۶۷ کروڑ میل

زمین اپنے مدار کے گرد چکر لگاتی ہے اور اپنے مدار کے گرد ایک چکر چوبیس گھنٹے میں مکمل کرتی ہے۔ جب کہ سورج کے گرد ایک چکر ۳۶۵۱/۴ دنوں میں مکمل کرتی ہے۔ سورج سے سب سے زیادہ فاصلے پر سیارہ پلاٹو ہے جس کا سورج سے فاصلہ تین ارب ۶۷ کروڑ میل ہے اور وہ سورج کے گرد ایک چکر کئی برس میں مکمل کرتا ہے۔

شکل میں نظامِ شمسی کا ایک خاکہ دیا گیا ہے جس سے سورج اور سیاروں کی صحیح صورتحال کا اندازہ ہوتا ہے۔

نظامِ شمسی اگرچہ ہمیں بہت بڑی چیز نظر آتا ہے لیکن اس کے باوجود کائنات میں اس کی حیثیت ایک ایٹم کے برابر بھی نہیں۔ اب ہم قرآنی ہدایت اور سائنس کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں گے۔ یہاں یہ بات واضح طور پر ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ سائنس قرآنی حقائق کی وضاحت کرتی ہے۔

اگر ہم کسی تاریک رات کو جب کہ آسمان کی فضا صاف ہو۔ آسمان کا جائزہ لیں تو ہمیں شمال سے جنوب کی طرف دودھیا رنگ کی ایک ہلکی اور روشن لکیر نظر آئے گی۔ یہ "دودھیا راستہ" کہلاتا ہے۔ یہ ہمارا کہکشاں یا ستاروں کا شہر ہے۔ اس میں کھربوں ستارے ہیں۔

جن میں بہت سے سورج سے بھی کئی گنا بڑے ہیں۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ روشنی یا بجلی جو کہ ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس کہکشاں کے قطر سے ایک لاکھ برس میں گذرتی ہے۔ اس کا قطر چھ لاکھ کھرب ہے اور اس کو کوئی خلائی جہاز یا راکٹ کبھی عبور نہیں کر سکے گا۔

اس کہکشاں کے ایک سرے پر ایک نقطہ کی مانند ہمارا نظام شمسی ہے۔ ہمارا سورج اور اس کے سیارے اس کہکشاں کے اردگرد چار لاکھ ۵۰ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتے ہیں اور اس کے گرد ایک چکر ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ برسوں میں مکمل

کرتے ہیں۔

یہ ایک دلچسپ کہانی ہے کہ دورِ جدید کا انسان راکٹوں اور خلائی جہازوں کی حقیقی صورت حال جانے بغیر ان پر نازاں ہے۔ بہت سے جدید تعلیم یافتہ افراد نماز اور دیگر فرائض کو اس لئے غیر ضروری خیال کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں سائنسدان جلد ہی ایک راکٹ ایجاد کرلیں گے جو کہ آسمان یا جنت تک براہ راست جاسکیں گے اور لوگ ان کے ٹکٹ خرید کر بغیر کسی تکلیف کے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ (عام آدمی کبھی بھی اس راکٹ یا خلائی جہاز کا ٹکٹ خریدنے کے قابل نہ ہوگا) یہ ان افراد کی سادگی اور پاگل پن ہے۔

یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اوّل تو سائنسدان کبھی ایسا راکٹ یا خلائی جہاز نہیں بنا سکیں گے۔ جو روشنی کی رفتار سے سفر کر سکے۔ اگر بالفرض محال سائنسدان اس قسم کے راکٹ بنا بھی لیں جو اس قدر تیز رفتاری سے سفر کر سکے تو پائلٹ اور مسافر آسمان کا ایک چھوٹا سا حصّہ عبور کرنے کے ساتھ ہی موت کی وادی میں چلے جائیں گے کیونکہ اگر بالفرض وہ ایک سو سال تک زندہ رہیں تب بھی وہ اس کہکشاں کا صرف ایک ہزارواں حصّہ ہی عبور کرسکیں گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ ہر آسمان کے دروازے پر حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ جو کسی بدعقیدہ شخص اور اس کی روح کو دروازہ سے نہیں گزرنے دیں گے۔

کوہ پالومار (PALOMAR) کیلی فورنیا میں امریکی سائنسدانوں نے ایک طاقتور دوربین نصب کی ہے۔ جس کے ذریعے وہ آسمان کا مشاہدہ کریں گے۔ اس دوربین کے ذریعے اتنے فاصلے کا مشاہدہ کیا گیا ہے جتنے فاصلے تک روشنی پچاس کروڑ برس میں پہنچتی ہے اس کے ذریعے سے دس کروڑ کہکشائیں اور بہت سے دوسرے اجسام بھی دیکھے گئے ہیں۔

اس کے درمیان ہماری کہکشاں کا قریب ترین ہمسایہ (ANDROMAEDA) ہے۔ سورج کی روشنی بیس لاکھ برس میں اس تک پہنچ سکتی ہے۔ سب سے زیادہ فاصلہ پر جو کہکشاں ہے وہ (ANDROMAEDA) ہے جو اس سے ایک سو گنا بڑی ہے۔

(MARVELS OF MODERN SCIENCE) جدید سائنسدان اس کا واضح طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ شاید وہ ابھی تک آسمان اور کہکشاں کی اصل حقیقت اور صورت حال بتانے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں جو وحی الٰہی ہے اور چونکہ سب کچھ جانتا ہے اسی لئے یہ ایک مستند ذریعہ ہے۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۹۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔''

سورۃ السجدہ آیت ۴ اور ۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا۔ اس سے چھوٹ کر تمہارا کوئی حمایتی اور نہ سفارشی۔ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔"

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا۔ تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

سورۃ الملک آیت نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں (سیاروں اور ستاروں) سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لئے مار کیا اور ان کے لئے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے۔ لیکن سائنسدان زمین کے سب سے قریبی آسمان کا سروے کر رہے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی (ﷺ) نے سات آسمانوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام آسمانی اجسام مثلاً ستارے، سیارے اور کہکشاں وغیرہ زمین کے قریبی آسمان کی اشیاء ہیں جو کہ دوسرے آسمان میں اس طرح لپٹا ہوا ہے جس طرح کہ انگوٹھی کئی میل لمبے اور چوڑے صحرا میں، اسی طرح دوسرا آسمان تیسرے آسمان میں انگوٹھی کی مانند ہے، تیسرا آسمان چوتھے آسمان پر انگوٹھی کی مانند یہاں تک کہ چھٹا آسمان ساتویں آسمان میں انگوٹھی کی مانند ہے ساتواں آسمان دوسرے آسمانوں کے ساتھ کرسی میں اس طرح ہے جس طرح کہ ایک پرانا پیسہ مٹی کے بڑے مٹکے میں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے:

ترجمہ:۔ "اس کی کرسی نے تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔"

دوبارہ کرسی تمام آسمانوں کے ساتھ عرش اعظم میں اس طرح ہے جیسے سونے کا سِکہ ایک بڑی شیلڈ میں اور اللہ تعالیٰ خالق اور سب سے بڑا ہے۔ (اللہ اکبر) وہ عرش اعظم سے بھی غیر محدود حد تک بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورہ الزمر آیت نمبر ۶۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی۔ جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن زمینوں (سیاروں اور ستاروں سمیت) کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے" (کائنات اس کے آگے ایک ایٹم کی حیثیت

رکھتی ہے)۔

یہ رب العالمین عزوجل کی انفرادیت اور عظیم شان ہے جس کا احاطہ ذہن انسانی کبھی نہیں کرسکتا ہر انسان اس کی اس محیر العقول شان اور عظمت کو دیکھ کر بے اختیار اس کے سامنے ادب سے سجدہ ریز ہوجائے گا۔سوائے کافر جنوں اور انسانوں کے ۔

اللہ تعالٰی سورۃ الجمعہ آیت نمبر۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔“

(اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام اشیاء پتھر، پہاڑ، دریا، سمندر، درخت اور الیکٹرون اور پروٹون سب زندہ ہیں اور اپنے خالق کو جانتی ہیں)

قرآن پاک ہمیں اللہ تعالٰی کی قدرت اور شان کے بہت سے پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے مثلاً اللہ تعالٰی اتنا طاقتور ہے کہ وہ کائنات کو بنانے اور تیار کرنے میں ذرا بھی دِقّت محسوس نہیں کرتا۔اس کا علم اس قدر وسیع اور لامحدود ہے کہ اگر دنیا کے تمام درختوں کے قلم بنادیے جائیں اور تمام سمندروں کو سیاہی سے بھر دیا جائے اور مزید سات سمندر اس میں شامل کیے جائیں اور تب ”اللہ“ کا لفظ لکھا جائے تو تمام سمندر خشک ہوجائیں گے۔لیکن اللہ تعالٰی کی تعریف وتوصیف مکمل نہ ہوگی۔(سورۂ لقمان، سورۂ کہف)

اس کی عظمت لامحدود ہے۔وہ اپنی مخلوق کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے یہاں تک کہ وہ رات کے اندھیرے میں زمین پر چلنے والی ایک چھوٹی سی چیونٹی کو دیکھ کر اس کی فریاد سن سکتا ہے۔

سورۃ النمل آیت ۱۷۔۱۸ میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اور جمع کئے گئے سلیمان (علیہ السلام) کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی۔اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ۔تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔“

وہ ہر ایک دل کی کیفیت جانتا ہے اور جو کچھ انسان کا دل سوچتا ہے اس کو بھی سنتا ہے۔

قرآن فرماتا ہے: ۔”یقیناوہ جانتا ہے کہ ان کے دماغ میں کیا ہے۔“

اس کی منفرد ذات اس قدر روشن اور پُرنور ہے کہ کوئی آنکھ اسے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی۔اللہ تعالٰی قرآن پاک سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۰۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''آنکھیں احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطے میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہلکے سے جلوہ نے کوہ طور کے پرخچے اڑا دیئے اور وہ آنِ واحد میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ وہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا خالق ہے اس لئے چھوٹی اور طاقتور وہ تمام چیزیں اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ قرآن فرماتا ہے:

''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔''

اور ہم روشنی کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ قرآن ہی تو یہ کہتا ہے کہ......

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔ تمہارے لئے تمہیں میں سے جوڑے بنائے۔

نر و مادہ، چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔''

(سورۃ الشوریٰ)

قرآن مجید دوبارہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔'' (سورۃ اخلاص)

بعض اوقات اصلی مسلمان اور مومن اپنی ظاہری آنکھوں کو بند کر کے روحانی اور ذہنی آنکھوں سے اس کے نور کا تھوڑا سا جلوہ دیکھ لیتے ہیں۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ طبعی دنیا میں بھی ہم تمام روشنیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔

روشنی کی ماہیت اور خواص پر اس مضمون میں تفصیل کے ساتھ کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ لیکن روشنی کے بارے میں صرف اس قدر تفصیل دی جاتی ہے جس قدر قارئین روشنی کی ماہیت یا لہروں کو سمجھ سکیں۔

تقریباً تمام لوگوں نے ریڈیو تو دیکھا ہی ہوگا۔ اب اگر ہم کوئی پروگرام دس میٹر بینڈ ز پر سن رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ریڈیو یا اس کے ایریل میں سے تین تین برقی مقناطیسی لہریں فی سیکنڈ کے حساب سے گذر رہی ہیں۔ ریڈیو کی برقی مقناطیسی لہریں تیس کروڑ میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ اسی طرح روشنی کی لہریں بھی ہیں جو کہ درحقیقت برقی مقناطیسی لہریں ہیں اسی رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں ریڈیو لہروں کا ''طول موج'' دس میٹر ہوگا۔ لیکن روشنی کی لہریں اس قدر باریک اور چھوٹی ہوتی ہیں کہ ہم فنی دشواریوں کے باعث ان کی میٹروں میں پیائش نہیں کر سکتے اس لئے سائنسدان روشنی کی لہروں کو ایک نئی اصطلاح میں جو کہ روشنی کی لہروں کا یونٹ کہلاتا ہے۔ انگسٹرام یونٹ (A-U) میں

پیمائش کرتے ہیں جو کہ

ا........اعشاریہ میٹر کے برابر ہے۔

سورج کی روشنی کی وہ لہریں جنہیں قوسِ قزح کہتے ہیں وہ بنفشی، آسمانی، نیلی، ہری، پیلی، اورنج اور سرخ لہروں پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کا طولِ موج ۴۰۰۰(A-U) انگسٹر ام یونٹ بنفشی سے ۷۰۰۰ انگسٹر ام یونٹ (سرخ) کے درمیان ہوتا ہے۔

دوسری اور بہت سی شعائیں ہیں۔ جن کا طولِ موج بہت کم اور بہت زیادہ ہے لیکن ہماری آنکھیں ان لہروں کو دیکھنے سے قاصر ہیں مثلاً سرخ سے پہلے انفرا سرخ شعاعیں ہیں جن کا طولِ موج چالیس انگسٹر ام یونٹ سے آٹھ ہزار انگسٹر ام یونٹ تک ہے۔ بنفشی لہروں کے بعد بالائے بنفشی لہریں جن کا طولِ موج تین ہزار انگسٹر ام یونٹ سے ۱۱۲۶ انگسٹر ام یونٹ تک ہوتا ہے۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹرز جو ایکسریز استعال کرتے ہیں ان کا طولِ موج ۱۰۱۹ انگسٹر ام یونٹ سے ۰۶ء انگسٹر ام یونٹ ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی روشنیاں یا لہریں ایسی ہیں جن کا طولِ موج بہت کم ہے۔

جیسے کہ گاما ریز، کاسمک ریز وغیرہ جنہیں ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور شاید کبھی نہ دیکھ سکیں گی۔ اس لئے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نور کو نہیں دیکھ سکتے اگرچہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اب ذرا ان چند معروف عالم سائنس دانوں کے خیالات بھی پڑھئے جنہوں نے کائنات کی حقیقت اور مختلف اشیاء کی بناوٹ اور تخلیق پر برسوں غور وفکر کیا اور بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ کائنات کا نظام ایک عظیم قوت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ایک ایسی قوت موجود ہے جو تمام اشیاء میں توازن پیدا کرتی ہے اور وہ عظیم قوت خدا تعالیٰ کی ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔

ڈاکٹر ڈیوڈ اسٹار جارڈن (۱۸۵۱۔۱۹۳۱) ایک معروف امریکی عالم نباتات کہتے ہیں۔

"اگر ہم صحیح خطوط پر سوچیں تو سائنس ہمیں خالق کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور کر دے گی۔"

☆☆☆☆☆☆☆

تمھید

اسلام اور سائنس:

اس عنوان سے جناب پروفیسر امتیاز احمد سعید نے مضمون سپرد قلم فرمایا ہے۔

مذہب اور سائنس کی بحث مدّت سے چلی آرہی ہے اور بیشتر مواقع پر سائنس اور مادیت کو مذہب کے رد وقبول

کا معیار ٹھہرایا گیا ہے اور اس اعتبار سے سائنس بعض افراد کے لیے مہلک بھی ثابت ہوتی ہے لیکن اسلام کے بارے میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس میں سائنس ایک وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے اور سائنس کی تمام ایجادات دراصل اسلام کی معنویت کا مادی رُخ ہیں۔

سائنس کا مفہوم:

اسلام اور سائنس کے اس تعلق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کے پہلے سائنس کے مفہوم کو بیان کر دیا جائے اور پھر اس وضاحت کے پیش نظر اسلام کا مطالعہ کیا جائے تا کہ حقیقت از خود واضح ہو جائے۔ ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' کے مطابق ''سائنس'' کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ سائنٹیا (SCIENTIA) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''علم'' کے ہیں۔ اس انسائیکلوپیڈیا کے مقالے ''سائنس'' کا مصنف لکھتا ہے:

''سائنس کسی ایسے فیصلہ کن امر کی تلاش کا نام ہے جس کے بارے میں ہمہ گیر تائید حاصل کی جا سکے۔''

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے مقالے ''سائنس'' کا مصنف یوں رقمطراز ہے:

''سائنس کی اصطلاح کا اطلاق عموماً کسی مربوط علم یا منظم قوانین کے مجموعے پر ہوتا ہے، یا خصوصاً ان نظاموں پر جن کے قوانین کو ہمہ گیر تائید حاصل ہے۔ یا وہ بدرجۂ غایت کمال کو پہنچ چکے ہیں۔'' (انسائیکلوپیڈیا آف دی سوشل سائنسز، ص ۵۹۱، ج ۳)

انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس کے مقالے ''سائنس'' کا مصنف سائنس کی تعریف یوں کرتا ہے:

''سائنس وہ نظامِ علم ہے جس کی تعریف جزئی طور پر حقائق واقعیہ کے نفسِ مضمون سے، لیکن کُلی طور پر ان طریقوں سے کی جاتی ہے جس سے مبینہ حقائق کو حاصل کیا جاتا ہے اور اس سے اخذ کردہ نتائج تجربہ کی کسوٹی پر پرکھے جا سکتے ہیں۔''

(انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس، ج ۱۱، ص ۲۵۲)

مشہور مصنف ایف۔ ایس ٹیلر اپنی کتاب ''سائنس پاسٹ اینڈ پریزنٹ'' میں سائنس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''سائنس وسیع ترین معنی میں عالمِ مادّی کی توضیح کرنے اور اسے مسخر کرنے کے مربوط طریقے کا نام ہے۔''

سر ولیم سیسل ڈیمپئر سائنس کے بارے میں رقمطراز ہے:

''سائنس مظاہر فطرت کے مراتب علم اور ان محمولات کے باہمی تعلق کا نام ہے جس میں یہ مظاہر سامنے آتے ہیں۔''

مشہور زمانہ فلسفی برٹرینڈ رسل ''سائنس'' کی تعریف کرتے ہوئے اپنی رائے یوں ظاہر کرتے ہیں:

''سائنس جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ ایک خاص قسم کا علم ہے ایسی قسم جس میں متعدد جزئی حقائق میں ربط پیدا کر کے

عام کلیے دریافت کیے جاتے ہیں۔" (برٹرنڈرسل، دی سائنٹیفک آؤٹ لک، لندن، ص ۱۱)

جے جی گروتھر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"سائنس ایک مربوط طرزِ عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے ماحول پر قابو حاصل کرتا ہے۔" (جی۔ وی۔ گروتھر۔ دی سوشل ریلیشنز آف سائنس، ص ۱)

جارج سارٹن کے نزدیک "سائنس ایک مرتب و منظم قطعی اور اثباتی علم ہے۔" (مقدمہ تاریخ سائنس، ص ۲)

جیمز۔ بی۔ کانٹ سائنس کی تعریف میں کہتے ہیں:

"سائنس تصورات اور تصوراتی منصوبوں کا ایک مربوط سلسلہ ہے جس نے تجربات و مشاہدات کے نتائج میں نشو و ارتقا حاصل کیا اور اس سے مزید تجربات و مشاہدات بار آور ہوئے۔" (جیمز بی کانٹ، سائنس اور عقلِ سلیم، ص ۵۰)

سائنس کے تین اہم خصائص:

ان مختلف آرا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سائنس ایک علم ہے جس کا تعلق مادی دنیا سے ہے اور جو حقائق کے مشاہدے و تجربے اور ان سے نتائج اخذ و مرتب کرنے پر مبنی ہے گویا سائنس کے تین اہم خصائص ہیں:

الف)......سائنس ایک علم ہے اور یہ امر مسلّم ہے کہ علم حاصل کرنا انسان کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔

ب)......سائنس کا طریقِ کار بالاختصاص مشاہدات، تجربات، نظریات اور انضباط اشیاء پر مشتمل ہے۔

ج)......سائنس کا مقصد مادّی وسائل سے استفادہ کرنا اور بنی نوع انسان کو نفع پہنچانا ہے۔

پہلی خاصیت۔ علم کی عمومیت:

سب سے پہلی بات لیجیے۔ یعنی علم حاصل کرنے کا بنیادی عمومی حق۔ اس زمانے میں جب کہ تعلیم عام اور لازمی ہے اور جب کہ انسان کے بنیادی حقوق ایک مسلمہ حقیقت بن چکے ہیں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم کو معاشرے کے کسی خاص طبقے تک محدود رکھا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان تاریخ کے ایک بہت طویل دور میں علم حاصل کرنے پر مذہبی رہنماؤں یعنی پادریوں، کاہنوں اور برہمنوں وغیرہ کی اجارہ داری تھی۔ اس طبقے کی خواہش تھی کہ عام لوگ غریب اور جاہل رہیں تا کہ وہ ان پر جس طرح چاہیں حکومت کر سکیں۔ طرح طرح کی سزائیں دے کر اور عذابِ اُخروی سے ڈرا کر عوام کو علم حاصل کرنے سے باز رکھا جاتا تھا۔ مذہبی رہنما اپنی معلومات کو بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اس طرح کام میں لاتے تھے

کہ عامۃ الناس پر ان کا اقتدار سلامت رہے۔

حصولِ علم پر اسلام کی تاکید:

عین ان حالات میں جب کہ مذہبی رہنماؤں کی اجارہ داریوں کی بناء پر پوری دنیا میں جہالت اور تاریکی کا دَور دَورہ تھا عرب کے افق پر ایک روشنی نمودار ہوئی۔ یہ علم کی روشنی تھی جو اسلام کی صورت میں رونما ہوئی اور جس نے پورے عالم کو منو رکردیا۔ یہ صحرائے عرب سے اٹھنے والی ایک صدائے بازگشت تھی جس نے جہالت وظلمت کو ختم کر کے علم وحکمت کو عام کردیا۔ قرآن پاک کی پہلی وحی جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی اس میں بھی علم ہی کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ لا o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ لا o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیں جس نے (سب اشیا کو) پیدا کیا۔ (جس نے) انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی اور ان باتوں کی تعلیم دی جنھیں انسان پہلے نہیں جانتا تھا)۔" (سورۃ العلق، آیت ۱تا۵)

قرآن پاک میں جابجا اللہ تعالیٰ کے لیے عالم، علیم اور علاّم کے صفاتی نام آئے ہیں جن سے علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں بھی یہ صفت دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں متعدد انبیاء کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم سے نوازا، حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔"

"اور آدم (علیہ السلام) کو سب چیزوں کے اسما کا علم دیا گیا۔" (سورۃ البقرہ، آیت ۳۱)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دعا کا یہ انداز سکھایا ہے:

"قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا o"

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہیے اے میرے پروردگار میرا علم زیادہ کر۔" (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴)

اہلِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

"هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط"۔

"کیا علم والے اور جاہل برابر ہوتے ہیں؟" (سورۃ الزمر، آیت ۹)

قرآن پاک کے علاوہ احادیث نبوی (ﷺ) میں بھی علم کی بہت اہمیت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔"

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، حدیث ۲۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث ہے:

"مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔"

"جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلا تو وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔" (ایضاً، حدیث ۲۰۶)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ۔"

"علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔"

قرآن واحادیث میں جہاں جہاں لفظ "علم" وارد ہوا ہے اس سے مراد وسیع ترین اور نفع بخش علم ہے لیکن قرآن وسنت میں لفظ "حکمت" بھی آیا ہے جسے بعض علما نے لفظ "سائنس" کا ترجمہ بھی قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی صفت "حکیم" بھی مذکور ہوئی ہے اور جملہ انبیاء کو حکمت عطا کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک مقام پر "حکمت" کو "خیرِ کثیر" سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

"وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط"۔

"اور جسے حکمت دی گئی تو اسے خیرِ کثیر عطا کیا گیا۔" (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۹)

حدیث شریف میں بھی اس ضمن میں ارشاد ہوتا ہے:

"اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ۔"

"حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

اسلام کے اس اقدام نے علم کو ایک عوامی چیز بنا دیا اور ہر عام انسان نے خود پڑھنا اور سوچنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں انسانی روح اور ذہن کو کامل آزادی حاصل ہوئی اور ایک ایسے جمہوری معاشرے کی بنیاد پڑی جہاں ہر فرد کو ترقی کے مساوی مواقع حاصل تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی دنیا کے طول وعرض میں تلاش وجستجو کا شوق وجذبہ تیزی سے پھیلنے لگا

اور بالآخر یہی جذبہ سائنسی دَور کا نقیب اور پیامی بنا۔

دوسری خصوصیت۔ سائنسی طریق کار:

اب آیئے سائنس کی دوسری خصوصیت کی طرف یعنی سائنسی طریق کار۔انسانی معاشرے کے ابتدائی دَور میں جب کہ انسان ابھی علم وتہذیب سے نا آشنا تھا اور سطحی اور سرسری مشاہدے سے ہر شے کے بارے میں کوئی رائے قائم کر لیتا تھا ۔جوں جوں وقت گزرتا گیا انسان نے اپنے تجربات کو علم کی بنیاد بنانا شروع کیا۔مگر ابھی اس کا علم محض پیش آمدہ واقعات کی ایک فہرست تھا۔اس کی معلومات بے ترتیب، ناقص اور پیش بینی کے مدارج سے بہت دُور تھیں۔استقرا و قیاس کا درجہ یونانی فلسفیوں کے عہد میں آیا لیکن انہوں نے تمام تر اہمیت تفکّر و تعقل کو دی اور مشاہدے اور تجربے کو مطلقاً نظر انداز کر دیا۔

تجربے ومشاہدہ کے لیے اسلام کی تاکید:

اس کے برعکس اسلام نے تمام تر توجہ عقل وتجارب کی طرف دلائی اس طرح تاریخ میں سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ سائنس کی بنیاد تجربات اور نظریات دونوں پر ہے۔قرآنِ پاک کے تقریباً ایک تہائی حصے میں قدرت کے گوناگوں مظاہر کی طرف توجہ دلا کر کائنات کے مشاہدے اور مطالعے پر زور دیا گیا ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا، پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہوجانے کے بعد تروتازہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے مابین مسخر ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں دلائل ہیں۔" (سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۴)

ایک دوسری جگہ قرآن پاک اعلان کرتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔"

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں تا کہ ان سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کرو۔ہم

نے علم رکھنے والوں کے لیے آیات کو کھول کر پیش کر دیا۔" (سورۃ الانعام، آیت ۹۷)

قرآن پاک بار بار سیاحت، مشاہدے اور تفکر و تدبر پر زور دیتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اُنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط"

"مشاہدہ کرو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا ہے۔" (سورۂ یونس، آیت ۱۰۱)

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ"۔ "اَفَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ"۔ "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ"۔

"کیا وہ نہیں دیکھتے"۔ "کیا وہ غور نہیں کرتے"۔ "کیا وہ تدبر نہیں کرتے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ o وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ o وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ o وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ o"

ترجمہ:

"کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ کیسے کھڑے کیے گئے ہیں اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔" (سورۃ الغاشیہ، آیت ۱۷ تا ۲۰)

ان آیاتِ کریمہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیاتِ قرآنی میں کائنات، حیوانات اور حشرات الارض، نباتات، سیاحت، جہاز رانی، جغرافیہ و ریاضی اور طب وغیرہ سائنسی علوم کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے ان حقائق کو بھی بیان کیا ہے جن کو سائنس دان ہنوز دریافت نہیں کر سکے۔ لہٰذا یہ قرآن پاک ہی کا فیض تھا کہ انسان نے اس روش پر قدم رکھا جس سے اس کے اندر علمی روح بیدار ہوئی اور اس نے علوم و فنون کی مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑایا اور بالآخر اس نے جدید سائنس کے لیے راہیں ہموار کیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں اس نکتے کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے، کہتے ہیں:

"لیکن قرآن کا یہ نظریہ خاص غور کا مستحق ہے جس نے اسلام کے متبعین میں حقیقت نفس الامری کے احترام کا بیج بویا جس کی وجہ سے آخر کار وہ جدید سائنس کے موجد قرار پائے۔ ایک ایسے دَور میں جب کہ تلاشِ حق کی راہ میں مشاہدات کو ہیچ گردانا جاتا تھا، تجرباتی روح کو بیدار کرنا بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا۔" (دی کنسٹرکشن آف رلیجس تھاٹ اِن اسلام)

گویا اسلام نے تجسس کی نئی روح بیدار کر کے اور تجربات و مشاہدات کے جدید طریقے پیش کر کے موجودہ سائنس کی بنا ڈالی۔

تیسری خصوصیت ۔ مادیت سے تعلق:

اب سائنس کی آخری خصوصیت پر نظر ڈالیے۔ یعنی مادّی دنیا سے اس کا تعلق۔ سب جانتے ہیں کہ اسلام سے قبل دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے مذاہب آئے ان سب نے اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دی کہ "دنیا اور معاملاتِ دنیا کو ترک کرو اور حیات الموت کی فکر کرو۔" دنیاوی مال و دولت کو حصولِ نجات کی راہ میں رکاوٹ تصور کیا گیا اور روح کی نجات کے لیے ترکِ دنیا اور رہبانیت کو ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس غیر فطری طریقِ کار میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی کہ کائنات کا علم حاصل کیا جائے۔

اسلام کا نظریۂ تسخیرِ کائنات:

اسلام نے آ کر اس نقطۂ نظر کو سرتاسر تبدیل کر دیا اور ہادیٔ اسلام (ﷺ) نے یہ کہہ کر

لا رھبانیة فی الاسلام۔

(اسلام میں ترکِ دنیا کی کوئی گنجائش نہیں)

لاما، سنیاسی، جوگی اور راہب وغیرہ کے ترکِ دنیا کی تمام صورتوں کی نفی کر دی ہے۔ اسلام اس کے برعکس یہ تعلیم دیتا ہے کہ کائنات اور اس کی ہر شے کو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے تصرف میں لایا جائے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان مادّی ذرائع و وسائل کی ظاہری ہیئتوں سے کام لے بلکہ یہ بھی کہ وہ فطرت کی تمام قوتوں کو مسخر کر کے اپنے کام میں لائے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں بیانگِ دُہل اعلان کرتا ہے:

"وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا منه ط ان فی ذٰلک لاٰیٰتٍ لقوم یتفکرون ○"

"اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔" (سورۃ الجاثیہ، آیت ۱۳)

گویا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ نجات کا دار و مدار ترکِ دنیا میں نہیں بلکہ اس مادّی دنیا میں اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی گذارنے پر ہے۔ کائنات اور اس کی تمام اشیاء کو پوری طرح کام میں لایا جائے اور تمام مادّی وسائل کو بنی نوع انسان کی بہبود کے لیے استعمال کیا جائے یہی سائنس کا مدعا بھی ہے۔

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نہ صرف جدید سائنس کے تمام اساسی نظریات کی توثیق و تائید کرتا ہے بلکہ درحقیقت اسلام ہی نے اس کی بنیاد بھی ڈالی ہے اور اسے موجودہ رجحانات کی طرف گامزن کیا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال کا یہ دعویٰ بالکل حق بجانب ہے کہ سائنس کی موجودہ ترقی اسلام کی ابتدائی تعلیم ہی کی مرہونِ منت ہے۔

سائنس کا ارتقاء :

یہ تو تھا سائنس کے بارے میں اسلام کا نظری پہلو۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس بارے میں اسلام کا عملی رویہ کیا رہا ہے اور اس کے پیروکاروں نے سائنسی علوم کو کہاں تک اپنایا اور اس میدان میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے؟ اس بات کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کی تاریخ اور اس کے ارتقا پر ایک نظر ڈالی جائے۔مورخین نے سائنس کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱)......قدیم سائنس ۴۰۰۰ق م تا ۷۰۰ ع

۲)......سائنس کا اسلامی دور ۷۰۰ ع تا ۱۳۰۰ ع

۳)......جدید سائنس ۱۳۰۰ ع تا بیسویں صدی عیسوی

ماہرین علم الانسان کے مطابق سائنسی ترکیب و عمل بنی نوع انسان کی ابتدا سے چلا آتا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم نے بھی عروج و ترقی کی منازل طے کی ہیں۔چارلس سنگر لکھتا ہے:

''سائنس ایک عمل ہے،لیکن اس عمل کی ابتدا کب ہوئی؟ اس سوال کا جواب دینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ اس سوال کا انسان نے بوڑھا ہونا کب شروع کیا؟'' (شارٹ ہسٹری آف سائنس ٹوڈی نائین ٹینتھ سنچری،ص۲)

قدیم یونانی اور مصری دَور:

تاریخ بتاتی ہے کہ آج سے کوئی پانچ چھ ہزار سال قبل وادیٔ دجلہ وفرات میں لوگ آباد تھے اس زمانے میں انہوں نے آمدورفت اور بار برداری کے لیے پہیہ اور بادبانی جہاز ایجاد کیے۔مصریوں نے لاشوں کو حنوط کرنے میں مہارت حاصل کی اور اہرام مصر کی تیاری کے لیے میکانکی طریقے اور اوزار استعمال کیے۔پھر زمین کی پیائش اور تقسیم کار کا طریقہ بھی معلوم کیا۔تقریباً ۴۰۰۰ق م میں انہوں نے کیلنڈر ایجاد کیا۔اس کے علاوہ طب و جراحت میں ترقی حاصل کی۔اسی طرح مصر اور بابل میں سائنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ایل۔ڈبلیو۔ایچ ہل اس بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

''یہ سب کچھ یقیناً سائنس تھا لیکن محض حقائق کا گوشوارہ مرتب کرنا سائنس کا صرف ایک رخ ہے۔دلائل کی تلاش اور متنفقہ نظریات کیا یجاد کا کوئی رجحان نہیں تھا۔'' (ہسٹری آف فلاسفی آف سائنس،ص۵)

اس کے بعد سائنس کا مرکز یونان میں منتقل ہوا۔یونانیوں نے سب سے پہلے دھوپ گھڑی ایجاد کی۔فیثا غورث نے

زمین کی حرکت اوراس کے گول ہونے کا نظریہ پیش کیا۔

بقراط نے علم العلاج کی طرح ڈالی۔افلاطون نے علم الاعداد میں نیا کلیہ دریافت کیا۔ارسطو نے جانوروں اور پودوں کی نشوونما پر تحقیقات کیں۔چارلس سنگر اس بارے میں لکھتا ہے:

''ہم یونانیوں سے ابتدا کرتے ہیں۔اس لیے نہیں کہ پہلے سائنسدان یونانی تھے (جو کہ وہ نہیں تھے) بلکہ اس لیے کہ پہلے لوگ جن کے بارے میں ہمارے پاس باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے اور جن کو اس بات کی آگہی تھی کہ سائنسی جستجو کا عمل غیر معین مدت تک جاری رہے گا۔یہ یونانی زبان بولتے تھے اور خود کو ہیلانیوں میں شمار کرتے تھے۔'' (اے شارٹ ہسٹری آف سائنس،ص۵)

تیسری صدی عیسوی کے آخر میں یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ بن گیا۔بطلیموس دوم نے یہاں ایک جامعہ کی بنیاد رکھی جس میں نامور سائنسدان اور محققین نے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ارشمیدش نے لیور اور چرخی ایجاد کی اور ٹھوس چیز کے مائع میں ڈوبنے پر وزن کم ہونے کا اصول وضع کیا۔ارسطاخورس نے معلوم کیا کہ سورج زمین کی گردش کا مرکز ہے اور زمین کے قطر کا بھی اندازہ لگایا۔بطلیموس نے فلکیات میں نئے نظریات پیش کیے اور تشریح الابدان اور منافع الاعضا کی بنیاد رکھی۔ جارج سارٹن اسکندریہ کی اس ترقی کے بارے میں رقمطراز ہے:

''یہ تہذیب وثقافت کے اثر ونفوذ اور اخذ وبدل کا رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان مرکز بن گیا اس سے پھر کرۂ ارضی کے دونوں حصص یعنی ایشیا اور یورپ کے ذہنی ارتقا کے لئے نہایت گہرے اور وسیع نتائج مرتب ہوئے۔'' (مقدمہ تاریخ سائنس ،ج۱،ص۲۶۶)

یونانی صرف منطقی قسم کے لوگ تھے اس لئے کئی ایک اچھوتے نظریات قائم کر لینے کے باوجود بھی ان کے ہاں تجرباتی کام کا فقدان تھا اور ان کے علوم کا رجحان جدید سائنس کی طرف نہ تھا برٹرینڈ رسل بیان کرتا ہے:

'' یونانیوں نے دنیا کا سائنس دان کی بجائے شاعر کی حیثیت سے مطالعہ کیا۔'' (دی سائنٹفیک آؤٹ لک،ص۱۸)

سائنس کے اس ابتدائی دور کے بعد دنیا پر تاریکی اور جہالت کا دور چھا گیا۔کیونکہ یونان پر جب رومیوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے ملک گیری اور فتوحات کے سوا کچھ نہ کیا۔ساتھ ہی عیسائیت بھی رومی سلطنت میں پھیلنے لگی اور عیسائیت نے سائنس کو خلاف مذہب قرار دیا۔

اسی لئے یونانی اور دیگر علما اور حکما کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔یونانی سائنس کی تعلیم بند کر دی گئی اور عظیم کتب خانے نذر آتش کر دیے گئے۔اہل علم پر ظلم وستم ڈھائے گئے اور سائنسدانوں پر تشدد کیا گیا اور تقریباً ایک ہزار سال تک یورپ

پر یہی کیفیت طاری رہی۔ مشہور مصنف امیر علی لکھتے ہیں:

”چوتھی صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک یورپ پر نہایت گہری تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ عیسائی مذہبی رہنماؤں کا تیز و تند تعصب ہر اس راستے اور ہر اس روزن کو بند کیے ہوئے تھا جہاں سے علم، تہذیب اور انسانیت کی روشنی داخل ہو سکتی تھی۔ قسطنطین اور اس کے جانشینوں کے عہد میں غیر عیسائی آزاد خیال بادشاہوں کی قائم کی ہوئی لائبریریاں تباہ کر دی گئیں۔ علم کو جادو قرار دیا جاتا تھا اور سائنس و فلسفہ وغیرہ کے علما کو غدار سمجھا جاتا تھا اور کلیسا کی طرف سے ان کو سزا دی جاتی تھی۔“ (اسپرٹ آف اسلام؛ حصہ دوم، باب نہم)

اسلامی دور :

اس دَورِ تاریکی کو بالآخر اسلام نے ختم کیا اور علم و حکمت کے نُور کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ اس کی ابتدا قرآن پاک سے ہوئی۔ کتاب اللہ میں سائنس و فلسفہ کی باتوں کا نہ صرف ذکر کیا گیا ہے بلکہ اس میں انبیا کے بعض علمی تجربات و مشاہدات بھی بیان ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو پرندوں کے واقعہ سے مُردوں کے زندہ کرنے کا مشاہدہ کرایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ذاتِ باری تعالیٰ کا جلوہ دکھایا گیا اور حضرت عزیر علیہ السّلام نے بھی مُردے کے دوبارہ زندہ ہونے کا مشاہدہ کیا۔ یہ سائنسی علوم انبیاء کو بھی تعلیم کیے گئے۔ چنانچہ دیوارِ ذوالقرنین، کشتیِ نوح وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

آنحضرت (ﷺ) کی ذاتِ اقدس صحیح معنوں میں دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوئی۔

آپ (ﷺ) نے ہر شعبۂ زندگی میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کی وہاں سائنس کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ آپ (ﷺ) نے ہر قدم پر مشاہدہ اور تجربہ کی مثال دنیا کے سامنے پیش کی۔ طب کے دائرہ میں آپ (ﷺ) کے ارشادات طبّی سائنس کے نظریات میں بڑے اہم ہیں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی عربوں کی جنگی سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

خلافتِ راشدہ میں علوم کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اس دَور میں غیر مسلم ماہرینِ علم و ادب سے مکاتبت و مخاطبت کا سلسلہ قائم ہوا۔ عہدِ بنی اُمیّہ میں علوم کی سرگرمیوں کی باقاعدہ طور پر ابتداء ہوئی مصر سے فلاسفۂ یونان کی ایک جماعت بلوائی گئی اور اس کی مدد سے طب نجوم اور کیمیا کی کئی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ سائنس کو حقیقی نشوو ارتقا عہدِ بنی عباس میں حاصل ہوا۔ یہ زمانہ اسلامی سائنس کا زریں دَور کہلاتا ہے۔ سائنسی علوم کے اس عروج و ارتقا کے بارے میں ابن خلدون نے لکھا ہے:

”شروع شروع میں عرب چونکہ بدویّت اور سادگی کے دَور سے گزر رہے تھے اور جملہ صنائع سے بے بہرہ اور بے تعلق

تھے، اس لیے یہ علوم حکمیہ سے بھی کنارہ کش رہے لیکن جب ان کی سلطنت نے شان پکڑی اور عرب بھی شہریت اور حضریت سے خوگر ہوئے اور نہ صرف خوگر ہوئے بلکہ دوسروں سے بھی تمدن میں بازی لے گئے تو قسم قسم کے صنائع و علوم کا ان کے ہاں بھی چرچا ہونے لگا اور علومِ حکمیہ کا ان کے دل میں زبردست شوق بھڑکا۔" (مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۹۷)

ترقی کا یہ دَورِ زرّیں عہدِ مامونی میں اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ خلیفہ مامون الرشید نہ صرف اہلِ علم کی سرپرستی کرتا تھا بلکہ ریاضی اور علم ہیئت کا خود بھی عالم تھا۔ اس کا سب سے مہتم بالشان کارنامہ "بیت الحکمت" کا قیام ہے۔ یہ ایک طرح کی علمی اکیڈمی تھی جس میں تین شعبے تھے۔ ایک ترجمہ کا شعبہ تھا جس میں یونانی اور عربی زبانوں کے ماہرین قدیم یونانی سائنسدانوں اور فلسفیوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ تیسرا شعبہ علمی تجربات کا تھا جس کے ماتحت فلکیات کے علمی مشاہدے کیے جاتے تھے اور اس مقصد کے لیے ایک شاندار رصدگاہ بھی قائم کی گئی تھی۔ "بیت الحکمت" کے ساتھ ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں مختلف زبانوں کی علمی کتابیں دور دراز ممالک سے جمع کی گئی تھیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں مسلمان سائنسدان اٹھے اور انہوں نے نہ صرف سائنس کو مدوّن کیا بلکہ سائنسی علوم میں جدید نظریات کا اضافہ بھی کیا۔ مسلمانوں کے علمی کمالات کا اندازہ لگانے کے لیے مختلف سائنسی علوم کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سائنسی علوم میں مسلمانوں کے کارنامے :

علم کیمیا میں جابر بن حیان، محمد زکریا رازی، ابو منصور موافق اور ابوالقاسم نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ جابر بن حیان نے جدید تجرباتی طریق اور متعدد کیمیاوی عمل مثلاً عمل تحلیل، عمل تقطیر، عمل کشید، عمل تصعید اور قلماؤ وغیرہ سے کام لیا۔ آلاتِ کیمیا بنائے اور کئی کیمیاوی مرکبات مثلاً فولاد بنانا، چمڑا رنگنا، دھاتوں کو مصفّٰی کرنا، موم جامہ بنانا، لوہے پر وارنش کرنا ایجاد کیے اور خضاب، گندھک اور شورے کا تیزاب بھی تیار کیا۔ اس کی کتاب "کیمیا" ۱۹۶۲ء میں جرمنی سے شائع ہوئی۔

کششِ ثقل جس کا بانی سر اسحاق نیوٹن تصور کیا جاتا ہے اس کی بنیاد دراصل مشہور طبیب ثابت بن قرہ نے رکھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ "اگر پوری زمین بلند ہو کر فلک شمس سے مل جائے اور وہاں سے پتھر چھوڑا جائے تو پھر زمین کی طرف جائے گا کیونکہ وہ اپنے مشابہ جسم کو ڈھونڈتا ہے۔" (سائنس اور مسلمان، ص ۲۸)

علم نباتات میں ابوزکریا، یحییٰ بن محمد، عبداللہ بن احمد، ابن وحشی اور ابن مسکویہ کے نام سرِفہرست ہیں۔ حیاتِ نباتات کا نظریہ جسے دَورِ حاضر سے منسوب کیا جاتا ہے دراصل اس کا بانی ابن مسکویہ تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار یہ دعویٰ کیا کہ "کھجور میں زندگی ہے، احساس ہے، نر و مادہ کی تفریق ہے، دماغ ہے، میں نے کھجور اور حیوانات میں بہت سی مشابہتیں دیکھی ہیں۔ یہ نباتات کی زندگی کا ادنیٰ درجہ ہے۔" (اخوان الصفاء، ص ۷)

علم حیوانات میں ابوعبیدہ، خمیری، مسعودی، ابن مسکویہ نے قابلِ فخر کارنامے انجام دیے۔ ابن مسکویہ نے اپنی کتاب ''الفوز الاصغر'' میں مسئلۂ ارتقا پر پورا ایک مقالہ لکھا اور یہ ثابت کیا کہ ''جب حیوان زیادہ ترقی کر جاتا ہے تو انسانیت کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔'' (الفوز الاصغر، ص ۹۰) اسی طرح مشہور مورخ ابن خلدون نے ابن بشرون کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔ ''مٹی نبات ہو جاتی ہے اور نبات سے حیوان پیدا ہوتے ہیں۔'' (مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۴۹)

علم ہیئت مسلمانوں کا خاص فن تھا۔ محمد بن جابر بستانی نے ہیئت کے صحیح نقشے مرتب کئے۔ موسیٰ نے اصطرلاب ایجاد کیا۔ اسکے علاوہ خوارزمی، احمد بن محمد نہاوندی، محمد بن موسیٰ بن شاکر، محمد بن عیسیٰ، ابراہیم، ابوالعباس اور فرغانی جیسے نامور علماء نے شاندار کارنامے انجام دیے۔

علم ریاضی بھی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہا اور اس میں بڑے بڑے نامور علماء ہوئے۔ خوارزمی نے صفر کا پہلی مرتبہ استعمال کیا اور دو کتابیں ''حساب'' اور ''جبر و مقابلہ'' تصنیف کیں، جو تاریخی حیثیت کی حامل ہیں۔ علامہ شبلی کہتے ہیں کہ ''علم جبر و مقابلہ پر اسلام میں اس کی اوّل کتاب ہے۔'' (المامون، ص ۱۹۸) عمر خیام نے اس فن میں اپنی معرکتہ الآراء کتاب ''مکعبات'' لکھی جس میں جزر نکالنے کے طریقے بیان کیے۔ اس کے علاوہ البیرونی، ابوعبداللہ، محمد بن ابراہیم، عبدالرحمٰن ابراہیم مصری، ابوالعباس، نصیر الدین طوسی وغیرہ ماہر ریاضی دان تھے۔ ابوالوفاء بوز جانی کے بارے میں سارٹن لکھتا ہے:

''اس نے ''سائن'' گوشوارے مرتب کرنے کا نیا طریقہ معلوم کیا۔'' (انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس، ص ۶۶۷)

علم جغرافیہ میں خوارزمی، یعقوبی، ابن یحییٰ، زکریا، ابن محمد قزوینی اور ابن حوقل کی خدمات قابلِ فخر ہیں۔ ابن حوقل جوزی کی کتاب ''صورۃ الارض'' نے خاص شہرت پائی۔

علم طب بھی مسلمانوں کا خاص فن تھا۔ اس فن میں محمد زکریا رازی نے سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ اسے دنیائے اسلام کا طبیبِ اعظم سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈیمپئر نے لکھا ہے:

''اسے اسلام کا سب سے بڑا طبیب سمجھا جاتا ہے، بلکہ قرونِ وسطیٰ میں ساری دنیا کا۔''

''دنیائے اسلام کا دوسرا نامور طبیب بو علی سینا ہے۔ وہ پہلا معالج تھا جس نے علاج نفسیات کی اہمیت کو تسلیم کیا'' (اے ہسٹری آف سائنس، ص ۷۴)

''بو علی سینا نے اس فن میں بہتر (۷۲) کتابیں لکھیں۔ جن میں ''القانون'' نے خاص شہرت حاصل کی۔ اور ''الشفاء'' مختلف علوم کا مخزن ہے اور اس کی اٹھارہ جلدیں ہیں۔'' (تاریخ فلاسفۃ الاسلام، ص ۷۳)

''القانون'' وہ اہم تالیف ہے جس نے بوعلی سینا کے نام کو حیاتِ جاوید عطا کی اور یورپ میں اس کی بہت بڑی شہرت کا باعث بنی۔ قانونِ ابنِ سینا، اس وقت تمام علومِ طبیہ کی اساس اور اہلِ طب کی رہنما ہے جس کی نظیر صدیوں تک ملنی مشکل ہے۔ (سائنس اور مسلمان، ص ۱۶)

''القانون'' یورپ کے میڈیکل کالجوں میں آٹھ صدیوں تک پڑھائی جاتی رہی۔

چارلس سنگر کہتا ہے:

''یہ عربوں کے طریق کار کا نقطۂ عروج اور شاہ کار تھی اور یہ غالباً طب کی بقیہ مدون کتب میں سب سے زیادہ مطالعہ کی گئی۔'' (اے شارٹ ہسٹری آف سائنس، ص ۱۲۴)

علم طب کی شاخ جراحت میں ابوالقاسم زہراوی نے خاص شہرت پائی۔ اس نے سر، دانتوں اور گردہ کے مختلف آپریشن کیے۔ اس کی کتاب ''التعریف'' فنِ جراحت کا شاہکار ہے اور صدیوں تک یورپ کی طبی درسگاہوں میں شاملِ نصاب رہی۔ علم الادویہ میں بھی مسلمانوں نے بڑی ترقی کی۔ ان کا جالینوس فارما کوپیا یورپ میں اب تک رائج ہے۔ ابنِ رشد اور ابوالحسن نے بھی طب میں خاص مقام حاصل کیا۔

اعترافِ حقیقت :

غرض سائنس کے عملی میدان میں بھی مسلمانوں نے اس قدر ترقی حاصل کر لی تھی کہ انہوں نے کئی نئے سائنسی نظریات ترتیب دیئے مگر اہلِ مغرب نے انہیں اپنی جانب منسوب کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا کوئی نظریہ ایک دن معرضِ وجود میں نہیں آیا، بلکہ سائنس ایک مسلسل عمل ہے اور اس کے نظریات سالہا سال کی مسلسل سعی و کاوش اور جاں کاہ تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اس لیے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ گزشتہ تین صدیوں میں یورپ نے سائنسی علوم میں جو ترقی حاصل کی ہے اس کا اسلامی دَور سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جدید سائنس کی جڑیں اور بنیادیں اسلامی دَور سے قبل تک چلی جاتی ہیں۔ ایک عرصہ تک اس حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی رہی مگر اب جب کہ اہلِ اسلام جاگ اُٹھے ہیں، مستشرقین ان حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ مشہور مستشرق برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

''عرب یونانیوں کی نسبت زیادہ تجرباتی تھے اور یہ صرف عربوں ہی کا کارنامہ تھا کہ یورپ کے دَورِ مظلمہ میں تہذیبی روایات آگے بڑھتی گئیں اور راجر بیکن جیسے عیسائیوں نے قرونِ وسطیٰ کے سائنسی نظریات سے جو استفادہ کیا وہ عربوں ہی کا طفیل تھا۔'' (دی سائنٹفیک آؤٹ لک، ص ۲۲۰)

ایک دوسرے یورپی مفکر بریفالٹ نے لکھا ہے:

''ہماری سائنس پر عربوں کا جو احسان ہے وہ چونکا دینے والے انکشافات یا انقلابی نظریات پر مشتمل نہیں۔ بلکہ سائنس اس سے بھی زیادہ عربی ثقافت کی ممنونِ احسان ہے۔''

کیونکہ دراصل سائنس کو اسی ثقافت نے جنم دیا ہے۔ دنیائے قدیم ''قبلِ سائنس'' کی دنیا تھی۔ یونانیوں کی فلکیات و ریاضیات باہر سے درآمد ہوئی تھیں۔ چنانچہ یونانی ثقافت انہیں پورے طور پر کبھی جذب نہ کرسکی۔ اس میں شک نہیں کہ یونانی اپنے علوم کو مرتب کرتے تھے، عمومیت دیتے تھے، نظریات قائم کرتے تھے، لیکن مستقل تحقیق و تفتیش، مثبت علم کی فراہمی، سائنس کی باریک بینی، مفصل و طویل مشاہدات اور تجربی تجسس، یہ سب لوازمِ علمی یونانی مزاج سے قطعاً بعید تھے۔ قدیم کلاسیکی دنیا میں صرف ہیلانی اسکندریہ کے اندر سائنسی عمل کی سعی کا سراغ ملتا ہے۔ ہم جس چیز کو سائنس کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ اس امر کا نتیجہ ہے کہ تحقیق کی نئی روح پیدا ہوگئی، تفتیش کے نئے طریقے معلوم کئے گئے۔ تجربے، مشاہدے اور پیمائش کے اسلوب اختیار کئے گئے۔ ریاضیات کو ترقی دی گئی۔ اور یہ سب کچھ ایسی شکل میں نمایاں ہوا جس سے یونانی بالکل بے خبر تھے۔ دنیائے یورپ میں اس روح کو اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔''

(تشکیل انسانیت، ص ۲۴۸)

مشہور مغربی مورخ فلپ کے ہٹی اقرار کرتا ہے کہ:

''طب، علمِ ہیئت اور ریاضی کے علاوہ عربوں نے علمِ کیمیا میں ایک عظیم اضافہ کیا۔ انہوں نے کیمیا اور دیگر علومِ طبیعیات میں تجرباتی طریق رائج کیا جو کہ یونانیوں کے توہمات اور مبہم نظریاتی قیاس آرائیوں سے یقیناً بہتر اور بلند تھا۔'' (ہسٹری آف دی عرب، ص ۳۸۰)

ایک اور مغربی مورخ اسٹینلے لین پول اسپین کی علمی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے اعتراف کرتا ہے:

''اس ملک میں مسلمان حکمرانوں کے عہد میں فنونِ لطیفہ، علم و ادب اور سائنس اس طرح پھلے پھولے جس کی مثال یورپ کا کوئی ملک پیش نہیں کرسکتا۔ فرانس، جرمنی اور انگلستان سے طلبا اسپین کے علمی سرچشموں پر اپنی پیاس بجھانے آتے تھے۔ اسپین کے جراح اور طبیب اپنے فن میں بہت آگے نکل گئے تھے۔'' (مورزان اسپین)

حمید عسکری کی رائے ہے:

''اسلام کے پیرو علم کی مشعل کو روشن کرنے اور اس کی روشنی کو روئے زمین کے دور دراز گوشوں تک پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہوگئے۔ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر تیرہویں صدی تک کا زمانہ علم و حکمت کا اسلامی دور ہے۔ اس دَور میں فلسفہ، طب اور سائنس کے فراموش شدہ علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف زندہ کیا بلکہ اپنی جدید تحقیقات سے ان کو نئی وسعت

بخشی۔اس عہد میں جو مسلمان فلسفی، حکیم اور سائنسدان پیدا ہوئے وہ اپنے زمانے کے لحاظ سے بعد میں آنے والے یورپی دَور کے فلسفیوں، حکیموں اور سائنسدانوں سے کسی طور سے کم نہ تھے۔" (نامور مسلمان سائنسدان، ص،۱۲۱)

محمد سعید نے اپنی رائے یوں بیان کی ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یونانیوں نے بعض علوم میں ترتیب وسلیقہ پیدا کیا، اسے فروغ دیا، اس کے واضح، آسان اور عام فہم اصول وضع کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی، مگر تحقیق کی صبر آزما منزلیں، خالص علم کی تحصیل اور اسے محفوظ رکھنے کا مشکل ترین کام، سائنس کے باریک اور نازک قاعدے، جزئیات میں دھنس جانے کے طویل مشاہدے اور تجرباتی تفتیش وغیرہ، یہ سب کی سب ایسی خشک چیزیں تھیں جن سے یونانی مزاج قطعی ناآشنا تھے۔ مگر قرآنی تعلیمات نے ان چیزوں کو مسلمانوں کی فطرت میں داخل کر دیا تھا۔" (سائنس کا ارتقاء، ص۴۸)

حرفِ آخر:

مختصر یہ کہ اسلام اور سائنس میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔ قرآن واحادیث نے سائنس کی تائید کی اور سائنسی علوم کے حصول کی طرف توجہ دلائی۔ مسلمانوں نے ان علوم کو نہ صرف حاصل کیا بلکہ اپنا خونِ جگر پلا کر انہیں بامِ عروج پر پہنچایا۔ مسلمان خلفاء نے ان علوم کی سرپرستی کی اور عامۃ المسلمین نے ان کو قبول کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس تمام مادّی علوم کا سرچشمہ، معلومات کا خزینہ، اور معرفتِ الٰہیہ کا زینہ ہے۔ اس کا کام مادّیت کے پُر پیچ راستوں کے ذریعے انسان کو حق وصداقت تک پہنچانا اور اسرارِ فطرت کا سراغ لگانا ہے۔

اس لیے اسلام اور سائنس دو متضاد قوتیں نہیں بلکہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے دو مختلف راستے ہیں۔ ان دو راستوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام وحی الٰہی پر مبنی ہے جو قطعی اور حتمی ہے اور جس میں مشاہدات وتجربات یا کسی تبدیلی، ترمیم یا تنسیخ کا امکان نہیں اور سائنس کی بنیاد عقلیت پر ہے جس میں ہر لحظہ غلطی وتبدیلی کا امکان رہتا ہے اس لیے سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔

سائنس فی الحقیقت آیات اللہ میں سے ہے اور حقیقت تک پہنچاتی ہے مگر اس کا دائرہ چونکہ مادّیت تک محدود ہے اس لیے اس کی رہنمائی بھی اسی حد تک ہے اس سے آگے صرف اسلام جو کہ وحی ربانی پر مشتمل ہے، انسان کی رہنمائی کرسکتا ہے۔ تاکہ ہم اسلام اور سائنس دونوں حق ہیں اور دو حق باتوں میں تضاد کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان سائنسدان پہلے عالمِ دین اور پھر سائنسدان ہوتے تھے۔

علم نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

اس معنی پر سائنس نبی کریم رؤف رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم کے سمندروں میں سے ایک قطرہ سے بھی کم ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

آیات قرآن مجید :

نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئی۔ (نحل، رکوع ۱۲)

ترجمہ: ''ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔''

تفسیر اتقان (ج ۲) از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

عن ابی بکر بن مجاهدانه قا ل یوما مامن شی فی العالم الاوهو فی کتاب اللّٰه۔

ابوبکر بن مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شی۔ (سورۂ یوسف رکوع ۱۲)

ترجمہ: ''قرآن ایسی بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اس کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف بیان۔''

مافرطنا فی الکتاب من شئی۔ (سورۂ انعام رکوع ۴)

ترجمہ: ''ہم نے کتاب میں کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔''

جب قرآن مجید کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل اور اہلِ سنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورت یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ لو کہ اس لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

کل صغیرو کبیر مستطر ۔ (سورۂ قمر رکوع ۳)

ترجمہ: ''لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔''

و کل شیئی احصیناه فی امام مبین (سورۂ یٰسٓ، رکوع ۱)

ترجمہ: '' اور ہر شے کو ہم نے شمار کر رکھا ہے کتاب واضح یعنی لوحِ محفوظ میں۔''

ولاحبة فی ظلمٰت الارض ولارطب ولایابس الافی کتاب مبین۔ (سورہ انعام رکوع ۷)

ترجمہ: ''اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر و خشک مگر سب کا سب روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا

ہوا ہے۔"

علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ نکرہ تحت (۱) نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عام فائدہ دیتا ہے اور (۲) عام فائدہ استغراق میں قطعی ہے اور (۳) نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے (۴) نہ حدیث اس کی تخصیص کر سکتی ہے اگر چہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو جو کہ عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ (۵) تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور (۶) تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نہیں ہٹاتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی قیاس سے تخصیص ہو سکے۔ اس کے متعلق فقیر نے قواعد و دلائل وحوالہ جات اپنی کتاب "احسن البیان فی مقدمۃ تفسیر القرآن" میں درج کئے ہیں۔

ومایعزب عن ربك من مثقال ذرة فی الارض ولافی السماء ولااصغر من ذلك ولا اکبرالا فی کتاب مبین ۔(سورہ یونس رکوع ۱۲)

ترجمہ: "اور نہیں چھپتی پروردگار تیرے سے کچھ چیز برابر ذرے کیچ زمین اور نہ بیچ آسمان اور نہ کوئی چیز چھوٹی اس سے اور نہ بڑی مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔"

لایعزب عنہ مثقال ذرة فی السمٰوٰت ولافی الارض ولا اصغر من ذالك ولا اکبر الافی کتاب مبین۔(سورہ سبا رکوع ۱)

ترجمہ: "نہیں پوشیدہ اس سے برابر ایک ذرہ کے بیچ آسمانوں میں اور نہ بیچ زمین میں اور نہ چھوٹا اور نہ بڑا مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔"

لوح محفوظ میں ذرہ ذرہ کے اندراج کے متعلق مزید برآں دلائل کی ضرورت نہیں جب کہ قرآنی نصوص موجود ہیں کہ اس میں ماکان و مایکون کی ہر شے کا ذکر ہے اس سے مزید اور کیا چاہئے اور لوح محفوظ ہمارے نبی اکرم شفیع معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم بے پایاں کا ایک حصہ ہے۔

کماقال الامام محمد بوصیری فی قصیدته البردة الشریفه ۔

فان من جودك الدنیا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

دنیا وآخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کا علوم کا بعض حصہ ہے ۔

اس کی شرح میں علامہ علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ حل القصیدۃ بُردہ میں فی شرح قصیدۃ بُردہ میں فرماتے ہیں:

وکون علومها من علومه علیه السلام ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات والحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون نهراً علم کاعلوم وحرفا من سطور علمه۔

اور لوح وقلم کے علوم حضور (ﷺ) کے علوم کا بعض حصہ اس لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معارف کی طرف جنہیں ذات وصفات سے تعلق ہے لہٰذا لوح وقلم کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علم کے دریاؤں کی ایک نہر اور آپ کے علوم کی سطروں کا صرف ایک حرف ہے۔

وصلی اللّٰہ علےٰ حبیبه خیر الخلق کلهم

۱) وما من غائبته فی السماء والارض الافی کتاب مبین ۔

''ہر غیب جو زمین وآسمان میں ہے وہ سب کتاب مبین میں ہے۔''

۲) ویکون الرسول علیکم شهیدا ۔ (سورہ حج)

''اور یہ رسول (ﷺ) تمہارے رسول اور گواہ ہوں۔''

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے تحت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت بر دین متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من اسیوہ وحقیقت ایمان او ست وحجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بد ونیک شمارا واخلاق ونفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

یعنی حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کونسا حجاب اسکی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک وبد اعمال اور تمہارے اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں لہٰذا انکی گواہی دینا بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ۔ (سورہ بقرہ رکوع ۱۷)

ترجمہ: ''وہ کون ہے جو اسکے حکم کے بغیر اسکے یہاں شفاعت کرے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے سب کچھ جانتا ہے۔''

آیت ھذا میں جسطرح یعلم کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے اسیطرح حضور (ﷺ) کی طرف بھی (روح البیان) اسکے بعد مطلب واضح ہے۔

اسلاف کے اقوال:

علوم اور کل کے آنے والے جملہ واقعات کا رسول اللہ (ﷺ) کو علم ہے۔اس کا اثبات از احادیث "علم الغیب فی الاحادیث میں عرض کیا گیا ہے یہاں پر اقوال صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور علماء مفسرین ومحدثین اور اقوال فقہائے عظام وصوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۳) ان اللّٰہ انزل فی ھذاا لکتا ب تبیانالکل شی ولقد علمنا بعضا مما بین لنا فی القرآن ثم تلاونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئی

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں ہر چیز کا روشن بیان نازل فرمایا۔اور ہم نے اس قرآن سے بعض چیزوں کو جانا جو ہمارے لئے بیان کی گئیں۔پھر دلیل کے طور پر انہوں نے یہی آیت الکتاب پڑھی۔" (اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم۔در منثور للسیوطی،ص ۱۲۷،ج ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فان فیه علم الاو لین والآخرین

"بے شک اس قرآن شریف میں تمام اولین اور تمام آخرین کا علم ہے۔"

اخرجہ سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابن احمد فی زوائد الزہد وابن الضریس فی فضائل القرآن ومحمد بن نصر فی کتاب اللہ والطبر انی والبیہقی فی شعب الایمان۔(درمنثور،ص ۱۲۷،ج ۴)

۴) حضرت ابوبکر بن مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فرمایا:

ما من شئی فی العالم الا وھو فی کتاب اللّٰہ فقیل له این ذکر الخانیات فیه فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تد خلو ا بیو تا غیر مسکو نة فیھا متا ع لکم فھی الخا نیات (تفسیر اتقان،ص ۱۲۴،ج ۲)

عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن شریف میں نہ ہو (یعنی جہان کے ہر ہر ذرہ اور ہر ہر قطرہ کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے) تو ان سے کہا گیا سراؤں کا ذکر کہاں ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول لیس علیکم جناح ان تد خلوا بیو تا غیر مسکونة فیھا متا ع لکم میں سراؤں کا بیان ہے۔

۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو ضاع لی عقال بعیر لوجد ته فی کتاب اللّٰہ تعا لیٰ ۔(تفسیر اتقان،ج ۲،ص ۲۱۴)

اگر میرے اونٹ کی زانو باندھنے والی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن شریف میں پالوں گا کہ کہاں ہے۔

کیا رسی بھی امور دینیہ سے ہے۔

۲) دیوبندیو وہابیوں کے پیرو مرشد خواجہ مولانا محمد عثمان نقشبندی مجددی نے فرمایا کہ

برائے خاندن مشکوٰۃ شریف و بخاری ومثنوی مولانا روم صاحب و دیگر کتب احادیث استعداد و افراد و متکاثرہ مے باید و اکثر علماء و فضلاء قرآن شریف میخوانند وتفسیر ها میخوانند لکن کما حقه نمی فهمند پس ایں شعر خواندند۔

جمیع العلم فی القرآن لکن

تقا صر عنه افهام الرجال

یعنی مشکوٰۃ شریف اور بخاری اور مثنوی مولانا روم اور باقی کتب احادیث کے پڑھنے کیلئے بہت بہت استعداد کی ضرورت ہے۔ بہت سے عالم وفاضل قرآن کریم اور تفسیریں پڑھتے ہیں۔ لیکن کما حقہ نہیں سمجھتے۔ پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا:

تمام علوم قرآن میں موجود ہیں۔ لیکن لوگوں کے فہم ان سے قاصر ہیں۔

ازالۂ وہم :

تبیانا لکل شئی کا قرآنی دعویٰ مکمل قرآن کے متعلق ہے نہ جز اور بعض قرآن شریف کے متعلق، جب مکمل قرآن کے نازل ہونے سے ایک اور صرف ایک حرف باقی تھا تو اس وقت تک بھی تبیانا لکل شئی نہ ہوا تھا۔ تبیانا لکل شئی اس وقت ہوا جب کہ مکمل قرآن مجید نازل ہو چکا۔ ایک حرف بھی نازل ہونے سے نہ رہا۔ کیونکہ تبیانا لکل شئی مکمل الکتاب سے متعلق ہے۔ مکمل الکتاب سے حال ہے۔ کل قرآن کی صفت ہے جب یہ آیت اتری تھی اس وقت بعض قرآن اترا تھا۔ اور باقی بعض زمانہ مستقبل میں اترنے والا تھا۔ لہٰذا اس آیت کے نزول کے بعد فریق مخالف کا نفی علم سیّد عالم والے دلائل (اگر چہ وہ عدم اطلاع میں قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ نہیں بخلاف ان آیات قرآنیہ کے جو اپنے مفہوم میں قطعی الدلالۃ ہیں) پیش کرنا بے سود ہیں۔ کیونکہ پہلے کی نفی بعد کے ثبوت کی منافی نہیں۔ کیونکہ اس وقت کے تبیانا لکل شئی کا قرآن مدعی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے قرآن شریف کا تبیانا لکل شئی ہونا اس وقت ہوا جب مکمل قرآن شریف اتر چکا ایک حرف بھی باقی نہ رہا۔ اگر فریق مخالف میں ہمت ہے تو مکمل قرآن شریف کے نزول کے بعد کوئی قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ایسی نص پیش کرے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے ماکان اور ما یکون، مافی السّمٰوٰت والارض سے کسی چیز کی صراحۃً

اطلاع کی نفی ہو اس کا جواب آج تک کسی منکرِ علم سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہ ہو سکا اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ منکرینِ علم سید عالم چھوٹے بڑے مل کر اس کا جواب ہر گز نہیں دے سکتے۔ یہ خیال رہے کہ اس صورت میں فریق مخالف قرآن شریف کی کوئی آیت نفی میں نہیں پیش کر سکتا۔ کیونکہ جو آیت پیش ہوگی۔ وہ مکمل قرآن کے نزول سے پہلے کی ہوگی اس کے بعد بھی کچھ آیتیں کچھ الفاظ کچھ حروف اترے ہوں گے اور اس وقت تک تو **تبیانا لکل شئی** کا دعویٰ نہیں، دعویٰ تو مکمل قرآن کے نزول کے بعد کا ہے۔ نیز مکمل قرآن شریف کے نزول کے بعد والی خبر واحد اگر چہ صحیح ہو۔ اگر چہ صحیحین کی ہو نفی علم عطائی سیّد عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی نہیں پیش ہو سکتی۔ کیونکہ وہ ظنی دلیل ہوگی اور کل شئی کا بیان وعلم نص قطعی۔ آیت قرآنی سے ثابت ہے۔ ظنی دلیل قطعی دلیل کی نہ ناسخ ہو سکتی ہے نہ مخصص۔ کُل کی عمومیت یہاں قطعی ہے۔ تخصیصِ عقلی کے بعد بھی عام افادہ میں قطعی ہوا کرتا ہے۔

ان قواعد کی تفصیل امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اتقان میں اور ان کے فیض سے فقیر کی اصول تفسیر "احسن البیان" میں پڑھیے۔

۷) امام بیہقی قدس سرہ نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے شعب الایمان میں روایت کیا کہ......

ماانزل اللّٰہ مأتہ واربعۃ کتب اودع علومھا اربعۃ منھا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان ثم اودع علوم التوراۃ والانجیل والزبور فی الفرقان۔ (جواہر البحار۔ ج ۲۔ ص ۲۸۲)

فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور ان کے سب علوم چار کتابوں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں رکھے اور توراۃ وانجیل وزبور کے تمام علوم قرآن کریم میں رکھے۔

۸) تفسیر عرائس البیان میں ان آیات کے تحت مرقوم ہے:

وَهُوَ كِتَابُهُ الْمَكْنُوْنَ وَخِطَابُهُ الْمَصُوْنَ يُخْبِرُ عَمَّا كَانَ وَيَكُوْنُ مِنْ كُلِّ حَدٍّ وَّكُلِّ عِلْمٍ ○

یعنی اس کی چھپی ہوئی کتاب اور اس کا خطاب جس کی حفاظت کی گئی ہے، خبر دیتا ہے ہر ایک حد اور ہر ایک علم سے جو کچھ ہوا۔ اور جو کچھ ہوگا۔

قال ابو عثمان المغربی فی الکتٰب تبیاناً لِکُلِّ شئٍ محمد (علیہ السلام) والمبین تبیان الکتٰب۔

یعنی ابو عثمان مغربی نے اس آیت الکتب **تبیانا لکل شئی** کے بارے میں کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب کے بیان کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

اسی تفسیر عرائس میں ہے کہ

ای مافرطنا فی الکتاب ذکر احد من الخلق لکن لایبصر ذکر ہ فی الکتاب الاالمؤیدون مانور المعرفۃ۔

ترجمہ: ہم نے اپنی کتاب میں کسی کا ذکر نہیں چھوڑا۔لیکن اسے وہی دیکھ سکتا ہے جو انوارِ معرفت سے نوازا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

ان القرآن مشتمل علے الجمیع الاحوال ۔

یعنی قرآن جملہ احوال پر مشتمل ہے۔

۹) حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ......

ھذا القرآن مشتمل علے تفصیل جمیع العلوم الشریفۃ عقلیھا ونقلیھا اشتمالاً یمتنع حصولہ فی سائرالکتب فکان ذلک معجزاً ۔

یہ قرآن مجید علم عقلی و نقلی کو حاوی ہے ایسی تفصیل کی دوسری کتب (آسمانی وغیرہ) میں ملنا مشکل ہے یہ حضور نبی پاک (ﷺ) کا معجزہ ہے۔

۱۰) **قال للشافعی رحمتہ اللّٰہ علیہ لیست باحد فی الدین نازلۃ الاوفی کتاب اللّٰہ الدلیل علے سبیل الھدی۔(اتقان)**

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی بھی دین کا ایسا مسئلہ نہیں جس کی دلیل قرآن میں نہ ہو۔

ازالۂ وھم:

دین کی قید سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ امام موصوف کے نزدیک دنیوی امور وغیرہ کے متعلق کلامِ الٰہی میں کچھ نہیں بلکہ اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کا ہر کام دین ہے اگر چہ وہ دنیوی کام کرتا ہے تب بھی وہ دین ہے چنانچہ ہر سچے مسلمان کی زندگی کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ امام موصوف یہ بیان اپنے مسائل اجتہادیہ کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کے مسائل اجتہادیہ سے باہر نہیں، قاعدہ ہے کہ کُل بول کر جُز جب بھی مراد لیا جاتا ہے یہاں بھی ایسے ہی ہوا اور ان کی یہ مراد ان کے دوسرے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ آگے چل کر فرمایا:

قلنا ذلک ماخوذ من کتاب اللّٰہ فی الحقیقۃ لان کتاب اللّٰہ اوجب علینا اتباع الرسول فرض علینا

الاخذ بقوله۔

ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقۃ یہ ماخوذ ہے کتاب اللہ سے کیونکہ کتاب اللہ نے آپ کی اتباع ہمارے اوپر فرض فرمائی جیسا کہ قول باری تعالیٰ من یطع الرسول الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۱) امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ اُمّ القریٰ میں فرماتے ہیں:

وَسَعَ الْعَالَمِیْنَ عِلْمًا وَّ حِلْمًا

فَهُوَ بَحْرٌ تَعِیْهَا الْاَعْیَاءُ

حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے ۔

۱۲) شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں ''فتوحات احمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

اَیْ وَسَعَ عِلْمُهٗ عَلُوْمَ الْعٰلَمِیْنَ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ وَالْمَلٰٓئِکَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَطْلَعَهٗ عَلَی الْعَالِمَ کُلِّهٖ فَعَلَّمَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَمَاکَانَ وَحَسْبُکَ عِلْمَهٗ عِلْمُ الْقُرْآنِ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَافَرَّطْنَا فِیْ الْکِتَابِ مِنْ شَیْئٍ۔

یعنی آپ کا علم تو تمام جہانوں یعنی جن و انسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان و مایکون بتایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے لئے علمِ قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اُٹھا نہ رکھی۔''

۱۳) امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:

لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَطْلَعَهٗ عَلَی الْعَالِمَ فَعَلِمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَمَایَکُوْنُ ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان سے خبردار فرمایا پس آپ نے اولین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اُس کو جان لیا۔

۱۴) روح البیان پارہ ۱۳ تحت آیۃ کل شئی عندہ بمقدار لکھتے ہیں کہ بحر العلوم میں ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے ہر شے کو وہ اس کی تخلیق سے پہلے سے جانتا ہے۔

حضرت علامہ ابرہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قصیدہ میں لکھا ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفاہیم ہیں اور جو مفاہیم باقی رہے وہ بہت زائد ہیں۔

۱۵) حضرت ابوبکر بن مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فرمایا:

مامن شئی فی العالم الاھو فی کتاب اللّٰہ فقیل لہ این ذکر الخانیات فیہ فقال فی قولہ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم فھی الخانیات۔ (تفسیر اتقان۔ج۲۔ص۲۱۴)

عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن شریف میں نہ ہو (یعنی جہان کے ہر ہر ذرہ اور ہر ہر قطرہ ہی کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے) تو ان سے کہا گیا سراؤں کا ذکر کہاں ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول **لیس علیکم جناح ان تدخلو ابیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم** میں سراؤں کا بیان ہے۔ (ترجمہ حلیم انصاری)

۱۶) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انزل اللّٰہ مأتہ واربعۃ کتب واودع علومھا اربعۃ منھا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان ثم اودع علوم الثلاثۃ الفرقان رواہ البیھقی۔ (اتقان۔ج۲)

۱۷) امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ انہی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم اودع علوم القرآن المفصل ثم اودع علوم المفصل فاتحۃ الکتاب۔ (اتقان۔ج۲۔ص۱۰۶)

۱۸) اتقان، ص۱۶۰، ج۲ میں ہے:

"ذکرسیرون فی اثران اللّٰہ جمیع علوم الاولین والآخرین فی الکتُب اللاربعۃ وعلومھا فی القران وعلو مہ فی الفاتحہ فزا دوا وعلوم الفاتحہ فی البسملۃ وعلوم البسملۃ فی بائھا۔"

خلاصہ ترجمہ جملہ عبارات مذکورہ :

بہت سے علمائے کرام نے فرمایا کہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کی ایک سو چار کتب میں جمع کئے گئے ہیں اور ان ایک سو چار کتب کے علوم تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک میں رکھے گئے۔ اور تورات، زبور، انجیل کے علوم قرآن پاک میں محفوظ کئے گئے اور پھر تمام قرآن کا علم سورۂ فاتحہ میں جمع کر دیا گیا سورۂ فاتحہ شریف کے تمام علوم کو بسم اللہ شریف میں بیان کیا گیا اور پھر اس بسم اللہ شریف کے علوم کو بسم اللہ کی با شریف میں درج کر دیا گیا۔ (اتقان جلد اول)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **ان النقطتہ تحت الباء** یعنی بسم اللہ کی ب کا نقطہ جس میں تمام علوم درج ہیں۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علومِ قرآنی کی وسعت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

۱۹) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اقوال حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائے ہیں ان میں ایک یہ فرمایا کہ ایک بار میں نے مکہ شریف میں اعلان کر دیا،

سلونی عما شئتم اخبرکم بالقرآن ماقال الیه فقیل له تقول فی المحرم بقتل الزنبور فقال بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وما اتاکم الرسول ومانھاکم عنه۔ (اتقان۔ص ۲۲۶، ج ۲)

قال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیره جمع القرآن علوم اللاولین والآخرین بحیث لم یحط بها علماء حقیقته الا المتکلم بها ثم رسول اللّٰه (ﷺ) خلا مارستا ثربه سبحانه و تعالیٰ ثم ورث عنه معظم سادات الصحابة واعلامهم مثل الخلفاء الاربعة وابن مسعود وابن عباس رضی اللّٰه عنهم۔ (اتقان ۔ج ۲۔ص ۱۲۲)

ترجمہ: ابن الفضل مرسی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ قرآن علوم اولین وآخرین کا جامع ہے اوراس کے علوم کو صرف وہی جانتا ہے جو اس کا متکلم ہے۔ یا رسول اللہ (ﷺ) سوائے اُن علوم کے جو اللہ عزوجل نے اپنے لئے مخصوص فرمائے پھر رسول اللہ (ﷺ) کے وارثین اور ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہما۔

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک سے ستر ہزار چار سو علوم ہمارے زمانے تک اخذ کیے گئے ہیں اس کے علاوہ ہر فن اور اس کی تمام اصطلاحات جزوی جزوی طور پر قرآن پاک کی بعض بعض آیات سے تصریحات اور اشارات بکثرت ملتے ہیں چنانچہ دنیاوی ودینی علوم وفنون کے ماہرین ہر ایک نے اپنے اپنے فن کا استدلال آیات قرآنی سے کیا ہے۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چند ایک فنون کی نشاندہی فرمائی ہے۔

وجمیع ماوقع ویقع فی الکائنات مایحقق معنی قوله مافرطنا فی الکتاب من شئی ۔(اتقان ۔ج ۲۔ص ۱۲۸)

☆...... حضرت امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ قرآن میں کسی ایک شے کا ذکر بھی نہیں چھوڑا گیا۔ مخلصاً محض تطویل لاطائل سمجھتے ہوئے انہی عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ہزاروں عبارات علماء فقہاء ومحدثین ومفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات ان کی تصانیف میں موجود ہیں۔

امام شعرانی قدس سرہ اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ......

وفتح اللّٰه عن قلوبکم اقفال السدد لاطعتم علے مافی القرآن من العلوم استغنتم عن النظر فی سوره فان فی جمیع مارقم فی صفحات الوجود اقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب۔

☆...... یواقیت والجواہر مؤلفہ سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی میں امام اجل ابوتراب بخشی سے ہے کہ کہاں ہیں منکرین قول مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اگر میں تم سے تفسیر فاتحہ بیان کروں تو تمہارے لئے ستر اونٹ بار آور کر دوں۔

☆...... علامہ عثمادی کی شرح صلاۃ سیدی احمد کبیر رضی اللہ عنہ میں ہے ہمارے سردار عمر مھضار سے مروی ہے کہ اگر میں چاہوں کہ تمہیں زبانی لکھادوں کچھ تفسیر **مانسخ من آیۃ** تو لد جائیں ایک لاکھ اونٹ اور اس کی تفسیر ختم نہ ہو تو میں یقیناً ایسا کر دوں۔

اسی میں خلیفہ ابوالفضل کے گھرانے کے بعض اولیاء سے ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معنی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معنی ہیں وہ ان معنی کے سوا ہیں جو دوسرے مقام میں ہیں۔

☆......فرمایا کہ ہمارے سردار علی خواص نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا سورۂ فاتحہ کے معنی پر تو مجھے ان سے ایک لاکھ چالیس ہزار نوسو نوے علم منکشف ہوئے۔ اور زرقانی میں مواہب لدنیہ سے علامہ غزالی نے اپنی کتاب میں دربارہ علم لدنی قول مولا علی رضی اللہ عنہ سے ذکر فرمایا اگر لپیٹ دیا جائے میرے لئے تکیہ تو میں **بسم اللہ** کی تفسیر میں ستر اونٹ بھر دوں۔

☆......امام شعرانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے کہ میرے بھائی افضل الدین نے سورۂ فاتحہ سے دو لاکھ سینتالیس ہزار نوسو ننانوے علم استخراج کیے پھر ان سب کو بسم اللہ کی طرف راجع کر دیا پھر بائے **بسم اللہ** کی جانب پھر اس نقطہ کی طرف جو "بے" کے نیچے ہے اور وہ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک مقامِ معرفت قرآن میں مردِ کامل نہیں ہوتا تا آنکہ استنباط اور اس کے تمام احکام کا اور مذاہب مجتہدین کا حروف ہجا کے کہ جس طرح میں بیان نہ کرے۔

۲۶)......طبقات الکبریٰ ذکر حالات حضرت ابراہیم دسوقی رضی اللہ عنہ میں ہے، فرمایا کرتے اگر حق تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ضرور مطلع ہو جاؤ اس پر جو قرآن میں عجائب اور حکمتیں اور معنی اور علوم ہیں اور بے پرواہ ہو جاؤ اس کے ماسوا میں نظر کرنے سے کہ صفاتِ ہستی میں جو کچھ مرقوم ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کتاب میں کچھ اورا ٹھانہ رکھا۔

۲۷)......روایت کی ابن جابر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں عبدالرحمٰن بن زید ابن اسلم امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو آزاد شدہ غلام سے تفسیر آیۂ کریمہ

مافرطنا فی الکتاب من شئی

میں فرمایا ہم کتاب سے غافل نہ ہوں گے کوئی شے ایسی نہیں کہ اس کتاب میں نہ ہو۔

۲۸)......روایت کی دیلمی نے مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

فرمایا جوعلم اولین وآخرین چاہے توعلم قرآن میں تفتیش کرے اور پہلے ہم نے اسے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا تو ہم نے اُسی سے ابتدا کی اور اُسی پر انتہا اور بلاشبہ آپ پر ظاہر ہو گیا دعویٰ اتفاق تخصیص کا باطل ہونا رہا یہ کہ تم اگر مطلع خلاف پر ہو اور جب کوئی قول تم پر قرأت کیا جائے اور وہ تمہاری خواہش کے موافق نہ ہو اور اسے اپنے اوپر جھکتا دیکھو تو اسے حتی الوسع تم دفعہ کرتے ہو اور عموم کو خصوص کی جانب پلٹتے ہو اور عموم تسلیم کر کے کہہ دیتے ہو کہ اس کا خصوص پر حمل واجب ہے تو یہ ہے ،خواہشِ نفس کا حکم اور نصوص کے ساتھ ظلم اور جو یہ روا ہو تو عموم اور خصوص میں اصلاً کوئی خلاف نہ باقی رہے۔ جیسے کہ مخفی نہیں اور اللہ ہی ہدایت فرمانے والا ہے۔

قارئین انصاف فرمایئے کہ ہم قرآن کریم کے عموم کی بات کرتے ہیں تو مطعون ٹھہرتے ہیں لیکن ہمارے اسلاف صالحین ان لوگوں کو خواہشِ نفس کا بندہ کہتے ہیں جو اس عموم کو خصوص میں لاتا ہے جیسے بدمذاہب کرتے ہیں۔

اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

من اراد العلم فليثور القرآن فان فيه علم الاولين والآخرين ۔

’’اگر کوئی چاہے کہ اسے علم نصیب ہو تو اسے چاہئے کہ قرآن سے تفتیش کرے اس لئے اس میں تمام اگلوں اور پچھلوں کا علم ہے۔‘‘

پھر فرمایا کہ اُن کے ارشاد ’’فلیثور‘‘ میں رد ہے ان اندھوں کا جو کہتے ہیں کہ ہم قرآن میں تھوڑے سے حروف ہی چند اوراق میں دیکھتے ہیں وہ کہاں ما کان وما یکون کے حامل ہونے کے مقابل ہیں۔ اپنی جان کی قسم ان حد سے گزرنے والے معترضوں کا کہنا ویسا ہی ہے جیسے ان سے پیشتر مشرکین نے کہا، کیسے وسعت رکھے گا سارے جہانوں کی ایک خدا۔ (الدولۃ المکیہ)

سیدنا علی المرتضیٰ ص کی قرآن دانی کے نمونے

سیّدنا علی المرتضیٰ حضور سرورعالم (ﷺ) کے بہترین شاگرد جن کے لئے نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا۔

انا مدينة العلم وعلي بابهاه

میں علم کا شہر ہوں اور اس کا دروازہ علی ہیں۔

چندان کے علم القرآن کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

بسم اللہ کی باء کی تفسیر کے ستراونٹ:

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال موطویت لی الوسادۃ لقلت فی الباء من بسم اللّٰہ سبعین جملا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے تکیہ پیش کیا جائے تو میں بسم اللہ کی باء کے ستر اونٹ تفسیر کے لکھ لوں۔

فائدہ: اس سے علم القرآن کی وسعت کے علاوہ طے الزمان کی کرامت بھی قابل دید وشنید ہے اس کی مزید تفصیل آتی ہے۔

باء کا نقطہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھیں:

احادیث میں گذرا ہے کہ ماکان و ما یکون کے جملہ علوم بسم اللہ کے نقطہ میں ہیں۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ انا النقطة التی تحت الباء

یعنی وہی باء کا نقطہ میں ہی ہوں۔ (روح البیان تفسیر تحت بسم اللہ شریف)

کیمونسٹ کا اعتراض:

یہاں پر بعض لوگ عقل کے چکر میں آکر چکراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل نہیں مانتی کہ صرف باء کے نقطہ میں جملہ ماکان و ما یکون کا علم موجود ہو۔

جواب:

ہم قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو کائنات باء کے نقطہ سے اور کسی باریک شے میں دکھادے تو وہ قادر ہے۔ لیکن کیمونسٹ (دہریہ) اس عقیدہ سے محروم ہے ہم اسے عقل کی دلیل سے سمجھاتے ہیں وہ یہ کہ دورِ حاضرہ میں نقوش مطبوعہ عام ملتے ہیں۔ سورۃ یٰسٓ یا سورۂ قٓ کا نقشہ دیکھ لیجئے کہ سورۃ یٰسٓ کے چھ رکوع ہیں جو قرآن مجید کے کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ایسے ہی سورۂ قٓ تین رکوع پر مشتمل ہے وہ بھی چند صفحات میں ہے۔ لیکن کاتب نے اُن تمام اوراق وصفحات کو صرف دو لفظوں میں لکھ دیا جو دور سے تو صرف یٰسٓ و قٓ نظر آتے ہیں لیکن غور سے پڑھا جائے تو سالم سورت کے الفاظ مع حرکات وسکنات مکتوب ہیں بلکہ کاتبین نے آج کل تعویذی قرآن مجید لکھ دیا ہے کہ جس میں پورے تیس پارے مکتوب ہیں۔ تعویذی قرآن مجید لے کر دیکھ لیجئے تو جب ایک معمولی انسان اتنی بڑی عبارات کو ایک لفظ میں لاسکتا ہے تو پھر بڑی قدرت کے مالک رب تعالیٰ کیلئے کیونکر ناممکن ہے۔

تفسیر فاتحہ کے ستر اونٹ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

لو شئة ان اوقرا سبعین بعیرٌ من تفسیر اُمِ القرآن یفلعت۔

اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی شرح کے ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر کتاب (تفسیر) لکھ دوں۔ (اتقان واحیاء العلوم)

قارئین! اندازہ فرمایئے کہ نبی پاک شہِ لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک شاگرد کا دعویٰ کہ صرف سورۂ فاتحہ بلکہ اس سے پہلے صرف بسم اللہ کی باء کے نقطہ کی تفسیر میں ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر لکھ دیں تو منکر کو ناممکن نظر آئے تو اس کی بدقسمتی۔ پھر وہ ستر اونٹ میں علوم کا بیان ہوگا یہ نہیں صرف کاغذات اور صرف حروف اور وہ بھی با معنی نہ کہ مہملات۔ اس لئے عقل وفہم سے کام لیا جائے تو نتیجہ ظاہر کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنی استعداد کے مطابق اسرار وعلوم اور راز ورموز کا اظہار فرمائیں گے، اسے کہتے ہیں قرآن دانی۔ مندرجہ ذیل شعر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

جمیع العلم فی القرآن ولکن

تقاصر عنه افهام الرجال

ترجمہ: ''جمیع علوم قرآن میں ہیں لیکن اس کے سمجھنے سے لوگوں کے عقول وافہام کوتاہ ہیں۔''

فائدہ: سچ فرمایا سیّدنا علی مرتضٰی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے کہ قرآنِ مجید میں ہیں تو جملہ علوم لیکن ۔

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشہ دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شاگرد کا حال سنا ۔اب شیرِ خدا کے ایک شاگرد کا حال سنئے۔

ابن عباس کا علم القرآن:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

لو ضاع لی عقال بعیر لوجد ته فی کتاب اللہ تعالیٰ۔ (تفسیر اتقان۔ج۲۔ص۱۱۶) (صاوی علی الجلالین)

اگر میری اونٹ کا دھنگنا گم ہوجائے تو میں اسے قرآن شریف میں پالوں گا کہ کہاں ہے۔ (حلیم انصاری)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ دعویٰ بایں معنی نہیں کہ وہ کوئی آیت یا سورت پڑھ کر یا قرآن سے فال نکال کر اونٹ کا دھنگنا معلوم کرلیں گے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ میرے اونٹ کے دھنگنا کہ ذکر بھی قرآن مجید میں ہے لیکن اس کی تصریح عوام سے اوجھل ہے ہم چونکہ قرآن کے غواص ہیں اسی لئے ہمیں معلوم ہے اور دھنگنا چونکہ ایک معمولی شے ہے اسی لئے اس کا نام لے کر واضح فرمایا کہ قرآن مجید میں ذرہ ذرہ کا بیان ہے اور وہ ہم جانتے ہیں۔ اس کی تحقیق کے لئے فقیر کی دو کتابوں

نورالایمان اور جامع البیان کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت عمرص کی قرآن دانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور سرور عالم (ﷺ) کی پاک زندگی کے متعلق تریسٹھ سال ہونے کے دعویٰ کی دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا مجھے قرآن مجید سے علم ہوا۔ اس لئے کہ

اذاجاء اجلهم فلايستاخرون ولايستقدمون

کے بعد سورۂ تغابن ہے اس میں اشارہ ہے کہ سورۂ تغابن کا نمبر ۶۳ ہے فلہٰذا تم تریسٹھ سال کے بعد افسوس کرو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) کے وصال شریف سے بڑھ کر اور کون سا افسوس ہو سکتا ہے۔ (اتقان۔ص ۱۲۶۔ج ۲)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال ایک فنِ عرب کے مطابق ہے ورنہ اس کے علاوہ اور طریقے سے بھی رسول اللہ (ﷺ) کے نہ صرف وصال بلکہ آپ کی حیات طیبہ تا وفات پھر تا قیامقیامت اور بعد حساب کتاب تا دخولِ جنت لمحہ لمحہ کا ذکر قرآن مجید میں مبیّن و مبرہن ہے۔

قرآن اور سائنس

کائنات کی ہر چیز میں ایک حیرت انگیز نظم وضبط موجود ہے جو کہ کھلے دل سے غور کرنے کی دعوت فکر دیتا ہے۔ آج کل سائنس کی بہت سی ایجادات قدرت کی نقل ہیں مثلاً کیمرہ اصل میں آنکھ کی میکانکی۔ نقل ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی قدرت کے زندہ نمونے ہیں بہت سے مسائل جو سائنسدانوں کے ذہنوں کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ قدرت انہیں مدتوں پہلے حل کر چکی ہے۔

۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یسئلونك عن الا هله قل هی مواقیت للناس والحج۔ (پارہ۲۔البقرہ)

آپ سے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمایئے کہ یہ لوگوں کے لئے اور حج کے اوقات ہیں۔

فائدہ: چاند کے گھٹنے اور بڑھنے میں انسانوں کے لئے دنوں کا شمار ہے۔ اور انسان برّی اور بحری سفر میں اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اس کی مزید تحقیق و تفصیل آتی ہے (ان شاء اللہ)

(۲) فرمایا: والشمس تجری لمستقر لهاذلك تقدير العزيز العليم۔

ترجمہ: ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ عظیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔''

فائدہ: جدید سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ سورج بھی مجمع النجوم کی جانب کسی نامعلوم مرکز کی طرف تیزی سے بھاگ رہا ہے۔ اور اس مرکز کو ''سولر اپیکس'' کہا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن میں فلکیات واقعات کا بیان جدید سائنس سے بڑی مطابقت رکھتا ہے۔

(۳) اور فرمایا:

والسماء بنینھا باید وانا لموسعون۔ (۴۷، الذاریات)

ترجمہ: ''آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے۔ اور ہم اس میں توسیع کر رہے ہیں۔''

فائدہ: اسی بنیاد پر نظریہ اضافت قائم کیا گیا ہے۔

۳) اور فرمایا:

واللّٰہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعدموتھا کذلک النشور

(سورہ فاطر۔ آیت ۹)

وہ اللہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ پھر بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم اسے ایک اجاڑ علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس زمین کو جلا دیتے ہیں جو مری ہوئی تھی مرے ہوئے انسانوں کا جی اٹھنا بھی اسی طرح ہوگا۔

فائدہ: قدرتی عمل سے بارش کو بادلوں سے نازل کیا جاتا ہے لیکن آج جدید سائنس نے مصنوعی طریقے سے بارش برسا کر دکھایا ہے۔

انسانی جسم میں ایک وسیع تر مواصلاتی نظام ہے جو کہ قدرت کا قائم کردہ ہمارا ''سروس سسٹم'' ہے اس نظام میں کروڑوں خبریں سارا دن اِدھر سے اُدھر دوڑتی رہتی ہیں اور ہر انسان کو خبر دیتی ہیں کہ وہ یہ کرے یہ نہ کرے اُس نظام کا مرکز دماغ ہے۔ اس کی مثال جدید سائنس میں ٹیلیفون کا نظام ہے جس سے گھر میں بیٹھا آدمی چند منٹوں میں دور کے ملکوں میں بات کرسکتا ہے۔

٤) جنین (ماں کے پیٹ میں بچہ یا بچی) :

اس کے بارے میں متعدد آیات میں اور درجنوں احادیث میں تفصیل موجود ہے اُس کی تحقیق امامِ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے رسالے ''الصمصام علی مشکک مافی الارحام'' میں پڑھئے۔

جنین کے ارتقاء کے بارے میں یونیورسٹی آف ٹورنٹو (کینیڈا میں شعبہ اناٹومی کے سربراہ) ڈاکٹر میتھ مور نے بتایا ہے

کہ بچہ ماں کے پیٹ میں جن مراحل سے گزرتا ہے قرآن میں ان کی مکمل صراحت موجود ہے۔انہوں نے متعلقہ قرآنی آیات کے جملے پڑھے تو ان پر انکشاف ہوا کہ اُن پر چودہ سو برس پہلے جنین بننے کا عمل اتنا صحیح اور مکمل طور پر بیان کیا گیا جس کا مغرب کے ڈاکٹروں کو صرف پندرہ سو سال پہلے علم ہوا ہے۔ڈاکٹر مور نے بائبل کا بھی مطالعہ کیا اس میں وہ بات نہ تھی ۔انہوں نے اس موضوع پر احادیث نبوی (ﷺ) پڑھیں اور انہیں بھی سائنسی تصریحات کے مطابق پایا۔وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات واحادیث پڑھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ سائنس اور مذہب کا فاصلہ ختم ہوسکتا ہے۔(روزنامہ اوٹاوہ سٹیزن)

(بحوالہ اردو ڈائجسٹ فروری ۸۵ءپاکستان)

(۵) وآية لهم انا حملنا ذريتهم فى الفلك المشحون ٥ وخلقنا لهم من مثله مايركبون۔(پارہ ۲۳،آیت،۴۱۔۴۲)

ترجمہ: ’’اوراُن کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ اِس میں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے (سامان وغیرہ سے) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اوران کے لئے ویسی ہی چیزیں بنادیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔‘‘

فائدہ: بھری ہوئی کشتی جیسی اوروہ سواریاں بنادیں جن پر وہ خشکی میں چلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ چیز جب اپنے حجم اور کثرتِ سامان کے اٹھانے میں بھری ہوئی کشتی کے مماثل ہے وہ ریل گاڑی بسیں اور ٹرک وغیرہ ہیں جو کہ بہت سی سواریوں کو مع ان کے سامان کے اٹھاتی ہیں اوایسے چلتی ہیں گویا کہ بلند اوراونچے پہاڑ گزر رہے ہیں۔اللہ تبارک وتعالٰی نے سمندر میں چلنے والی کشتیوں کو اونچے اور بلند پہاڑوں سے تشبیہ دی ہے۔اسی طرح ریل گاڑی وغیرہ۔بلکہ یہ تو ان بھری ہوئی کشتیوں کے زیادہ مشابہ ہے جو سمندروں میں چلتی ہیں۔اس اعتبار سے مفسرین کرام جنہوں نے آیت کریمہ میں ’’مثل‘‘ کی تفسیر اونٹ سے کی ،معذور تھے کیونکہ انہوں نے اپنے زمانے میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جو مسافروں کو اور سامان کو اٹھانے میں کشتی کے مماثل ہو۔لہٰذا وہ مجبور ہوگئے کہ اِس آیت کو اونٹ پر محمول کریں اگرچہ ان کا یہ معنی لینا اب درست معلوم نہیں ہوتا۔

اس لئے کہ کشتی میں تو بہت سے لوگ مع سامان سوار ہوتے ہیں اوراس کے علاوہ تجارتی مال واسلحہ وغیرہ بھی ہوتا ہے یہ بھی اس زمانے کی بات ہے۔موجودہ دور میں تو ایک کشتی میں سینکڑوں افراد سفر کرتے ہیں بحری جہازوں میں ہزاروں افراد اور کئی ٹن مالِ تجارت بھی ہوتا ہے اوران کے زمانے میں یہ بحری جہاز اور کشتیاں مع اتنے بوجھ کے بھی سمندر میں بہت تیز چلتی تھیں جیسا کہ خود اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

ولہ الجوار المنشأت فی البحر کالاعلام ۔(پ۲۷۔آیت۲۴)

اور اُسی کی ہیں وہ چلنے والیاں جو اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ۔

اور یہ تمام چیزیں اونٹ کے اوصاف کے بالکل مخالف ہیں۔ کیونکہ اونٹ انتہائی سست رفتاری سے چلتا ہے اور اس کے سامان اٹھانے کو کشتی کے سامان اٹھانے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ایک کشتی میں تو اتنا سامان آتا ہے کہ جتنا کہ سو اونٹ اٹھائیں گے، لہٰذا آیت کی تفسیر اونٹ سے کیسے کی جاسکتی ہے وہ تفسیر قطعاً نا قابلِ قبول ہے۔

اب وہ چیز جو **فلك مشحون** (بھری ہوئی کشتی) کے ساتھ، سامان اٹھانے میں اور خشکی میں تیز چلنے میں پوری پوری مماثلت اور مشابہت رکھتی ہے، ریل گاڑی اور اس جیسی دوسری سواریاں ہیں لہٰذا آیت کریمہ میں یہی مراد ہے، حضرت ابن عباس، حسن اور ضحاک رضی اللہ عنہم نے اسی آیت کے بارے میں تفسیراً فرمایا کہ

وخلقنا لهم سفنا امثال تلك السفن يركبونها ۔ (مسلم۔ص۲۹۲۰۔/بخاری۔ص۵۳۱۔ج۱)

ان کشتیوں کی مثل کشتیاں بنادیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

نحاس نے کہا کہ یہ ہی زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اس کی سند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچتی ہے اور یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باریک بینی اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ معانی قرآن پاک میں باری تعالیٰ کے نور سے صحیح غور وفکر کیا کرتے تھے اس میں رسول اللہ (ﷺ) کی اس دعا کی تصدیق بھی ہے جس میں آپ (ﷺ) نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے لئے فرمایا کہ اے اللہ اسے دین میں فقیہ بنا اور اسے تاویل سکھا کیونکہ کشتی کا وجود خشکی میں اس کا نہ کوئی تصور کرسکتا تھا اور نہ اس وقت میں کوئی سمجھدار ایسی بات کہہ سکتا تھا۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے باریک پردے سے غیب کی طرف دیکھا اور یہ فرمادیا جو بالکل مطابق حال اور واقع کے موافق ہے۔

ج) **والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق مالاتعلمون** ۔ (پ۱۴۔سورہ نحل، آیت ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

فائدہ : ایسی چیزیں جو سواری اور زینت دونوں کا فائدہ دیں اور سامان بھی اٹھائیں جیسے کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے سامان ڈھوتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت ان تمام چیزوں میں بالکل صریح ہے جو سامان لادتی ہیں مثلاً ٹرک، بگی، موٹر سائیکل، موٹر ٹھیلا وغیرہ۔

جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

واذا العشار عطلت ۔ (سورہ تکویر، آیت ۴)

اور جب جوان اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔ آلایۃ

یعنی لوگ اونٹنیوں پر سفر کرنا اوران کے ذریعہ سامان اٹھانا چھوڑ دیں عشار دس ماہ کی اونٹنی کو کہتے ہیں جیسا کہ ثعلب اور دیگر ائمہ لغت نے کہا پر سفر کرنا اور سامان اٹھانا اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اب موٹر کاریں اور ریل گاڑیاں وغیرہ پائی جارہی ہیں اوران کے پائے جانے کے بعد کوئی شخص ایسا نہ دیکھا گیا جو اونٹ پر سفر کرتا ہو یا اپنا مال ان کے ذریعے کہیں بھیجتا ہو مگر بہت کم یعنی شاذ ونادر ہی ایسا ہوتا ہے وہ بھی ان مقامات پر جہاں موٹر وغیرہ کا جانا دشوار ہوتا ہے یہاں تک کہ دیہاتی اور پیشہ ور لوگ جن کی گزر اوقات اونٹوں پر ہی تھی اس بات سے سخت پریشان ہوگئے کہ ان کے شہروں میں سڑکیں بنادی گئیں اور وہاں ٹریفک شروع ہوگئی جس کی وجہ سے انہیں اپنی روزی کمانا مشکل ہوگیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی۔

احادیث مبارکہ

حدیث:

حدثنا قتيبه بن سعيد حدثنا ليث عن سعيد بن ابی سعيد عن عطاء بن عيناء عن ابی هريرة رضی الله عنهما قال رسول الله (ﷺ) ـ والله لينزلن ابن مريم حكما عدلا، فليكسون الصليب، وليتقلن الخنزير، وليضعن الجزيته وتستركن القلاص فلا يسعى عليها۔ (مسلم۔ص ۸۷۔ج۱)

بخدا ابن مریم، حاکم عادل ہوکر نزول فرمائیں گے تو صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کردیں گے جزیہ کا قانون وضع کریں گے اوراونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا تو اس پر نہیں چلا جائے گا۔ (قلاص بالکسر جمع قلوص بالفتح کی ہے جس کی معنی جوان اونٹنی، تیز رفتار اونٹنی)

فائدہ: حضور (ﷺ) کا قول ولتتركن القلاص فلايسعى عليها

اللہ تعالیٰ کے قول (واذالعشار عطلت) کی تعیین مراد ہے، یعنی سفر اور سفر اٹھانے کے لئے پہلے جو خدمت اونٹنی سے لی جاتی تھی وہ چھوڑ دی جائے گی۔

تو ان ریل گاڑیوں اور مختلف اقسام کی موٹر کاروں کی ایجاد دراصل قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قربِ نزول کی علامت ہے کیونکہ ان کے نزول کے وقت عالم ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آج ہے کہ لوگ موٹروں سے کام لیتے ہیں اونٹ وغیرہ سے بے پرواہ ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اور حدیث شریف میں ہے۔

اس کی مزید وضاحت ان متعدد احادیث سے بھی ہوتی ھے جن میں دجال کا ذکر ھے کہ وہ

نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام سے قبل نکلے گا اور چالیس دن میں تمام روئے زمین کا چکر لگائے گا اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہو گا ،دوسرا ایک مہینے کے برابر،تیسرا ایک ہفتے کے برابر اور باقی ایام عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ان کا مجموعہ ایک سال اور ڈھائی مہینہ بنتا ھے اور ظاھر ھے کہ یہ قلیل مدت پوری زمین کے گرد گھومنے کے لئے کافی نہیں کہ وہ تمام شھروں اور دیھاتوں میں داخل ہو۔سوائے اس کے کہ وہ مکہ،مدینہ اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہو گا ۔ان کے دروازوں تک ضرور آئے گا اور نبی اکرم (ﷺ) کا قبہ شریف بھی دور سے دیکھے گا ۔آپ کا گنبد شریف آج بھی دور سے نظر آتا ھے ۔دجال کا اس گنبد کو دیکھ کر یہ کھنا کہ

ھذا مسجد ذلك الرجل

یہ ہی اس شخص کی مسجد ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑے گا جہاں داخل نہ ہو باوجود یہ کہ دنیا میں اس کے ظہور کے بعد کی مدت جانوروں پر سفر کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگی، جیسا کہ اس وقت تھا جب نبی اکرم (ﷺ) نے یہ حدیث شریف ارشاد فرمائی ۔لہٰذا ثابت ہوا کہ دجال کا سفر اور دنیا کے اطراف میں گھومنا موجودہ سواریوں کے ذریعہ ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک دن منبر مبارک پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں ایسی خبر کے لئے جمع کیا ہے جو آسمان سے آئی ہے پھر آپ نے حدیث ذکر فرمائی اور اسی میں یہ ہے کہ وہ ایک کانا ہے جس کے لئے ساری دنیا چالیس روز میں لپیٹ دی جائے گی۔سوائے طیبہ کے کہ مدینہ کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر ایک فرشتہ تلوار کھینچے کھڑا ہوگا جو اس کو روک دے گا اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں (ابو یعلیٰ)۔ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی اصل صحیح میں اور وجوہ سے بھی آئی ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

تطوی له الارض فی اربعین یوما "چالیس دن میں زمین اس کے لئے لپیٹ دی جائے گی۔"

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی روایت سے دجال کے بارے میں حضور (ﷺ) سے منقول ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) دجال کتنی مدت زمین میں ٹھہرے گا؟ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، چالیس دن،ایک دن ایک سال کے برابر،ایک دن ایک مہینے کے برابر،اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر، باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس دن میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی

،فرمایا نہیں، اس کا اندازہ کر لینا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) وہ زمین میں کس قدر تیز چلے گا؟ فرمایا اس بادل کی طرح جسے ہوا دھکا دیتی ہو۔ (الحدیث)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دجال اپنے لشکر اور مددگاروں کے ساتھ موٹر کاروں کے ذریعہ زمین پر بہت تیز چلے گا نیز اس میں ہوائی جہاز کی طرف بھی اشارہ ہے۔ تطوی لہ کی روایت جو کہ حضرت جابر کی حدیث میں ہے اس بات پر محمول کی جائے گی کہ دجال اپنے زمین کے سفر میں کاریں استعمال کرے گا اور حدیث کا وہ حصہ جس میں اس کے چلنے کو تیز بادل سے تشبیہ دی گئی ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے سفر میں ہوائی جہازوں کا استعمال بھی کرے گا کیونکہ ہوائی جہاز ہی اس تیز بادل کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتا ہے۔

اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ لوگ حج کے بعد سے آپ کی تلاش میں مکہ اور مدینہ کے درمیان بار بار آئیں گے حالانکہ حج سے فراغت کے بعد یوم عاشورا تک تقریباً پندرہ دن یا اس سے بھی کم ہوتے ہیں۔

اور اتنی مدت میں مکہ اور مدینہ کا ایک ہی چکر ہو سکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ اور اس کے بعد موٹروں وغیرہ کے ایجاد ہونے تک مکہ سے مدینہ جانے کی مسافت اونٹ کے ذریعے تقریباً دس دن تھی اور اتنے ہی دن واپسی میں لگتے تھے، تو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی شخص مکہ سے مدینہ صرف پندرہ دن میں تین مرتبہ آئے اور جائے حالانکہ اس میں دو مہینے لگیں گے، متقدمین علماء پر یہ بات مشکل ہوگئی کہ اس کا مطلب کیا ہے خصوصاً یہ کہ جو لوگ حرمین شریفین سے امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلیں گے وہ آپ کو عاشورا کی رات کو پالیں گے اور پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ یہ سب لوگ اصحاب خطوات اور اولیاء ہوں گے تو ممکن ہے کہ ان کے لئے زمین کی مسافت کم کر دی جائے۔

نوٹ: اس بارہ میں فقیر کی دو تصنیفیں پڑھیے (۱) علاماتِ قیامت (۲) قیامت کی نشانیاں ترجمہ الاشاعتہ لاشراط الساعۃ۔

۴ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق ولکن البر من آمن باللّٰہ الخ۔

فرمایا گیا کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہو یا مغرب کی طرف۔ اصل نیکی تو خدا کے احکامات پر عمل اور ان کا احترام کرنا ہے۔ مسافرت میں قبلہ رُو ہونے کی کتنی آسانی دی گئی ہے کہ جدھر تمہارا دل گواہی دے۔ اُدھر ہی منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ زمان و مکان سے پاک ہے اور وہ ہر طرف موجود ہے۔

جہاں تک نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کے اوقات کا تعلق ہے یہ مسئلہ چاند پر انسان کے پہنچنے سے بھی بہت پہلے کا ہے۔قطب شمالی کے وہ ممالک بھی ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے کیا وہاں کے مسلمان نماز و روزے پر عامل نہیں ہیں؟ ضرور ہیں لیکن انہوں نے اجتہاد کے ذریعے سے مقامی حالات کے مطابق اپنے اوقات طے کر لئے ہیں۔وہ یوں ہے کہ وہاں بسنے والوں نے سوچ بچار کر کے ایسے دن رات مقرر کر لئے ہیں جن میں دن کو وہ کاروبار کرتے ہیں اور رات کو ادارے بند کر کے آرام کرتے ہیں اور یہ رات ایسی ہوتی ہے کہ اس میں سورج غروب نہیں ہوتا۔قدرتی دن اگرچہ چھ ماہ کا ہوتا ہے لیکن معمول کا دن اسی طرح ہوتا ہے جیسے یہاں ہمارے ملک میں۔ جدید دور میں اب ریڈیو، وائرلیس نے خاصی ترقی کر لی ہے اگر ان علاقوں کے لوگ چاہیں تو وہ زمین کی ناف......یعنی مکہ معظمہ کی آذان سن کر اس کے مطابق اپنی نمازوں کو ادا کر سکتے ہیں۔ یہ ایک بہترین قابلِ عمل حل ہے اب یہی بات چاند پر صادق آتی ہے چاند پر جانے والے خلابازوں سے زمینی مواصلات کا رابطہ اتنا مکمل ہوتا ہے کہ یہاں پر ان کی تمام حرکات و سکنات دیکھی جاتی ہیں اور ان کے جسموں کا ٹمپریچر بلکہ دِلوں کی دھڑکنوں کو بھی سُنا جاتا ہے اگر چاند پر آبادی ہو جائے تو وہاں مکہ مکرمہ کے تمام شب و روز بخوبی دیکھے جاسکیں گے اور کعبہ شریف میں ہونے والی نمازوں کے اوقات سے مطابقت اختیار کی جاسکتی ہے اور نمازوں کا رُخ بھی تعین کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں۔صِرف لادین اور مذہب سے باغی ذہن کے اعتراض اور کٹ حجتیاں ہیں۔جو اہلِ ایمان کو دین سے برگشتہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔اگر تمام مسلمان دنیا بھر میں ایک ہی دن رمضان شروع کرنے اور ایک ہی دن عید کرنے پر اتفاق رکھتے ہیں تو کعبہ کو مرکز بنا کر چاند اور دوسرے سیاروں پر نظام الاوقات کیوں مقرر نہیں ہو سکتے؟

نظام الاوقات یہ مسئلہ تو پہلے ہی سے طے شدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسّلام سے پوچھا گیا کہ قیامت کے قریب جب زمین سے آفتاب کا فاصلہ اور اس کی گردشِ رفتار بدل جائے گی تو نمازیں کیسے پڑھی جائیں گی؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا کہ ایسے اُمور اندازے سے سرانجام پائیں گے۔

سائنس کی کہانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی

۱) رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ

یتقارب الزمان اورتزوی الارض

آئندہ زمانے قریب ہونے اور زمین کے سکڑ جانے کے ہیں اور یہ بات تیز رفتار سواریوں پر صادق آتی ہے جن میں ہوائی جہاز

، ریل اور موٹر گاڑیاں شامل ہیں۔ یا پیادہ اور جانوروں کے ذریعے جو مسافت مہینوں میں طے ہوتی تھی وہ اب گھنٹوں میں طے ہوتی ہے۔

۲) رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ......

''میری امت میں آخر وقت میں ایسے لوگ ہوں گے جو کجاووں کی طرح زینوں پر سواری کریں گے اور مساجد کے دروازوں پر اتریں گے ان کی عورتیں پہن کر بھی ننگی معلوم ہونگی ۔ان عورتوں کے سروں پر کمزور اونٹوں کے کوہان کی مانند کوئی چیز ہوگی ۔انہیں لعنت کرو کیوں کہ یہ سب عورتیں ملعون ہیں۔''

تبصرۂ اویسی: موٹر کاروں کو کجاووں سے تشبیہ دی گئی ہے اور بعض مقامات پر ان موٹروں کے ٹھہرنے کا بتایا ہے ۔مثلاً جمعہ کی نماز کیلئے لوگ کاریں مساجد کے دروازوں پر ٹھہرایا کرتے ہیں اور عورتوں کے لباس کے متعلق تو یہ دیکھ لیں کہ منی اسکرٹ اور باریک عریاں لباس بھی پہنا جارہا ہے۔عورتوں کے سروں پر کوہان جیسی چیز ''وگ'' ہے اور گول ہیٹ بھی ہوتے ہیں۔

ہوائی جہاز

اس کے متعلق تو زمان و مکان کے سکڑنے میں اشارہ آ گیا ہے تاہم کھل کر بیان کیا گیا کہ نوجوان آدمی بوڑھوں کو قاصد بنا کر آسمان کے دو کناروں کے درمیان بھیجے گا۔حتیٰ کہ تاجر آسمان کے کناروں کے درمیان بھی منافع نہ پائے گا۔(طبرانی)

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے نوجوان بادشاہوں کی طرف سے بوڑھوں کو بذریعہ ہوائی جہاز سفیر بنا کر بھیجنے کی خبر دی پھر لوگ تجارت کے لئے بین الافقین جاتے ہیں اوران کی تسلی نہیں ہوتی ۔یہی کہتے ہیں کہ منافع نہیں پایا۔قرآن حکیم کی سُورت المرسلات میں جو اوصاف بیان ہوئے ہیں۔وہ بمبار طیاروں کے ہیں۔ترجمہ یہ ہے۔

''قسم ان کی جو لگاتار چھوڑے جاتے ہیں پھر تباہ و برباد کردینے والے ۔پھر نشر کرنے والے ۔پھر خود جدا کردینے والے۔پھر سنجیدہ بات کرنے کے لئے ملاقات کرنے والے،معذرت کرتے ہوئے یا انجام سے ڈرتے ہوئے بیشک جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔''

بمبار طیارے لگاتار چھوڑے جاتے ہیں اور تباہی پھیلا دیتے ہیں اور ساتھ ہی وائرلیس سے پیغامات بھی نشر کرتے ہیں۔ جنگ سے لوگ جُدا جُدا ہوجاتے ہیں بھگدڑ مچ جاتی ہے پناہ گاہیں تلاش کی جاتی ہیں۔

سُورۃ الانعام (آیت ٦۵) ہے۔''آپ کہہ دیں کہ وہ قادر ہے کہ تم پر تمہارے اُوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔''

اُوپر سے عذاب بمباری سے اور نیچے سے عذاب بارُودی سُرنگیں پھٹنے سے آتا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ "قیامت سے قبل ایسی بارش ہوگی کہ اس کی وجہ سے سوائے خیموں کے کوئی پکا مکان باقی نہ رہے گا۔" ہوائی جہازوں، ہیلی کاپٹروں سے اور ایٹم بم کی تباہی کا یہی نقشہ ہے جو ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ پناہ گزین خیموں میں پناہ لیتے ہیں۔

آلاتِ تشہیر:

یعنی ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیلی پرنٹ کے متعلق نسائی کی حدیث ہے کہ......

"قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا اور اس کی کثرت ہوگی۔ تجارت بہت عام ہو جائے گی۔ قلم کا ظہور ہوگا کوئی شخص بیچ کرے گا تو کہے گا ٹھہرو پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کرلوں۔"

تبصرۂ اویسی غفرلہٗ: آج کل بڑے تاجر کوئی بیچ کرتے ہیں تو تار، ٹیلیفون وغیرہ ذرائع سے اپنے دوسرے شہروں کے ساتھیوں سے مشورہ کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ...... "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں علم کو اس طرح پھیلاؤں گا کہ ہر مرد و عورت، آزاد، غلام، بچے بڑے اس کو حاصل کرلیں گے جب میں ایسا کروں گا تو اپنے حق کی وجہ سے ان کی گرفت کروں گا۔"

دیکھ لیجئے ریڈیو، ٹیلی ویژن پر علم کے عام ہونے کی وجہ سے مذاکرات، مباحثات اور مقالات و تقاریر کثرت سے نشر ہوتی ہیں علاوہ ازیں قربِ قیامت میں جو ناچ اور گانے کے عام ہو جانے کی خبر دی گئی ہے وہ بھی آلاتِ تشہیر کی نشاندہی کرتی ہے۔

ٹیپ ریکارڈر وتصاویر:

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ...... "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک کہ درندے انسان سے بات نہ کرلیں اور آدمی کو کوڑے کا پھندہ اور اس کے جوتے کا تسمہ اس سے کلام کرے گا اور گھر میں آدمی کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کی خبر دے گا۔"

اِس سے ٹیپ ریکارڈ مراد ہے جو جیب میں سما سکتا ہے اور جو ہر بات کو ریکارڈ بند کرلیتا ہے جس کی بات ٹیپ ہو رہی ہو بسا اوقات اس کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ دوسروں کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگائی جاتی ہے جمادات کے کلام کرنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ بولتی ہوئی فلم کی تصویریں عام کام کر رہی ہیں۔ باقی اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

ممکن ہے مزید کوئی ایجاد آنے والی ہو۔ سرکسوں میں درندے انسان کے ساتھ میل جول رکھتے دکھائے جاتے ہیں اور انسانی حکموں کو سُن کر عمل کرتے ہیں۔ جاسوس کتے بھی انسان کے جرائم کا سراغ لگاتے ہیں۔

پٹرول اور گیس

فی زمانہ پٹرول اور گیس کی اہمیت واضح ہے اور اسی کے تنازعہ پر قوموں میں جنگوں کی نوبت آتی ہے۔ پٹرول کو آج کل سیال سونا کہتے ہیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چودہ صدی قبل اسے سونے کے نام سے تعبیر کیا تھا۔ جب ابھی انسان نے اس کا استعمال بھی نہیں کیا تھا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۔ (پ ۲۷۔ سورۃ الطور)

''طور کی قسم، اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے اور بلند چھت اور سلگائے ہوئے سمندر کی۔''

اللہ نے تیل (پٹرول) پیدائش دنیا کے وقت ہی سے زمین میں پوشیدہ کر رکھا تھا اور اس کا ظہور قیامت کی نشانیوں سے شمار ہوتا ہے۔ سمندر سلگانے سے مراد پٹرول کا جلنا اور اس کے باعث ہونے والی جنگیں ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت آنے سے قبل فرات ایک سونے کا پہاڑ ظاہر کرے گا کہ جہاں لوگ قتل کیے جائیں گے اور ہر سو میں سے ننانوے وہاں مارے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ قتل و غارت گری ہوگی۔ دیکھ لیجیے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بالکل اسی طرح کی تباہی لاتے ہیں پھر آپ نے طالقان قزوین (ایران) کے پٹرول کا بھی ذکر فرمایا کہ ''افسوس ہے طالقان کے لئے اس میں اللہ کے ایسے خزانے رکھے ہیں جو سونا اور چاندی نہیں۔'' دیکھ لیجیے یہ حدیث پٹرول پر کس طرح صادق آتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت قائم ہونے سے قبل بہت سی ایسی کانیں نکلیں گی جن پر صرف کمینوں کا ہی قبضہ ہوگا لہٰذا ہمارے وقت میں یہ پٹرول کے کنویں ہیں۔ کفار شریر لوگ ہیں اور وہی ایسے چشموں سے تیل نکالنے کے آلات رکھتے ہیں۔

تیز رفتار سواریاں

فرمایا گیا تھا کہ پہلے جو خدمت اونٹنی سے لی جاتی تھی وہ چھوڑ دی جائے گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اب سعودی عربیہ میں بھی سڑکوں پر کوئی اونٹنی دیکھنے میں نہیں آتی اور پٹرول کی تیز رفتار گاڑیاں ہی چلتی ہیں۔ یہی حال ہر ملک کا ہے متعدد احادیث میں دجّال کا ذکر ہے کہ وہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل نکلے گا اور تمام روئے زمین کا چکر چالیس دن میں لگائے گا۔ اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا ایک مہینے کے برابر، تیسرا ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام عام دنوں کی طرح ہوں گے ان سب کا مجموعہ ایک سال اڑھائی ماہ بنتے ہیں اور اس کا پروگرام تمام شہروں وقریوں میں داخل ہونے کا ہوگا سوائے مکہ مدینہ اور بیت المقدس کے۔ ظاہر ہے کہ وہ تیز سواریوں پر ہی ایسا کر سکے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا کہ دجّال اس بادل

کی طرح تیز چلے گا جسے ہوا دھکا دیتی ہو۔

تیز سواریوں کا اشارہ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ قربِ قیامت میں حج کے بعد امام مہدی رضی اللہ عنہ کو لوگ مکہ سے مدینہ جا کر تلاش کریں گے اور یوم عاشورا تک تین تین مرتبہ ان دونوں متبرک شہروں کے درمیان چکر لگائیں گے۔ ان پندرہ یوم میں تو بمشکل ایک ہی چکر اونٹ پر لگ سکتا ہے تین مرتبہ چکر ضرور تیز رفتار سواریوں سے ہو سکتا ہے آپ کو لوگ یوم عاشورا کی رات کو پالیں گے اور پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونگے۔

مزید برآں:

۱)......اسلام کے کام ایسے لوگ کریں گے جو خود مسلمان نہ ہونگے۔ (آج مغربی اقوام قرآن وحدیث تاریخ وسیر وغیرہ پر بہت مفید کام کر رہی ہیں اور ایسے لوگوں سے قدرت دین کا کام لے رہی ہے جو بے دین ہیں)

۲)......بے حیائی پھیل جائے گی اور بدزبانی عام ہوگی۔ (ٹیلی ویژن اور فلموں کے وسیلے سے بے حیائی کا پھیلنا اور بڑ کیں مارنا۔ ہر ایک آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور کانوں سے سُن رہا ہے۔)

۳)......چھوٹوں کی اچھی طرح دیکھ بھال ہوگی اور بزرگوں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ (نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں بوڑھوں کے لئے ہوسٹل بنائے گئے ہیں اور ان کی اپنی اولاد اُن کو پوچھتی تک نہیں۔)

۴)......اوباش لوگ چلتی عورت سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور چھیڑنے والا ہنسے گا تو اس کے ساتھ اس کے سارے ساتھی ہنسیں گے۔ (بڑے شہروں میں آپ خود اس وبا کو پھیلتے دیکھ رہے ہیں)

۵)......مرد عورتوں سے مشابہت پیدا کریں گے اور عورت مردوں سے۔ (عورتیں تنگ پتلونیں پہنتی ہیں۔ بال کٹواتی ہیں موٹریں چلاتی ہیں وغیرہ۔ مرد چھینٹوں کا رنگین لباس پہنتے ہیں عورتوں کی طرح بال سنوارتے ہیں۔)

۶)......قلم ظاہر ہوگا۔ (اس میں بال پوائنٹ۔ فونٹین پین۔ ٹائپ رائٹر اور پریس شامل ہیں)

۷)......مسلمان مسلمان کو قتل کریں گے اور بتوں کے پجاریوں کو نظر انداز کریں گے۔ (آج سیاسی لیڈر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالتے ہیں اور ان کو مرواتے ہیں جب کہ غیروں سے محبت کی پینگیں بڑھائی جاتی ہیں۔)

۸)......جہاد کا صرف شور وغل ہوگا۔ (عالم اسلام کے معاملات جہاد کی بجائے احتجاجوں، ہڑتالوں اور قراردادوں کی نذر ہو رہے ہیں۔)

۹)......لوگ اچانک مریں گے اور فالج وحرکتِ قلب بند ہونا عام ہو جائے گا۔ (جدید تہذیب کا تحفہ وہ بیماریاں ہیں جو آپ خود دیکھ رہے ہیں۔)

۱۰)......اب آخر میں حاکم نے مستدرک میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے، وہ سنیئے:

فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے میرے رب عزوجل نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا، میں نے اس کے مشرق و مغرب (شمال و جنوب) کو دیکھا اور اس نے مجھے سرخ و سفید دو خزانے عطا فرمائے۔ میری اُمّت کی سلطنت زمین کے اس حصے تک پہنچ جائے گی جہاں تک میرے لئے زمین کو لپیٹا گیا ہے۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے اُمّت کیلئے دُعا کی کہ وہ ان سب کو ایک ہی سال میں ہلاک نہ کرے تو رب عزوجل نے منظور فرمالیا۔ میں نے دُعا کی کہ میری امت پر غیروں میں سے کوئی دشمن مسلّط نہ ہو اس نے منظور فرمالیا۔ میں نے دُعا کی کہ میری اُمّت کے افراد ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائیں تو رب عزوجل نے مجھے اس دُعا سے منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو واپس نہیں لوٹاتا، میں نے تیری یہ دعا منظور کر لی کہ ان کو ایک ہی سال میں ہلاک نہ کروں گا اور ان کے غیروں میں سے کوئی دشمن ان پر مسلط نہ کروں گا ......میں اپنی اُمّت پر گمراہ کرنیوالے آئمہ سے ڈرتا ہوں۔ قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ میری اُمّت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل جائیں گے کچھ قبیلے بتوں کی پوجا کریں گے اور جب میری امت میں قتل و غارت گری کی بنیاد پڑ جائے تو قیامت تک نہ اٹھے گی۔ آپ نے ہر وہ چیز جو ہر سو سال بعد پائی جاتی ہے وہ بیان فرمائی۔

حضور نے اگرچہ صاف بیان فرمادیا ہے کہ اب میری اُمّت میں شرک باقی نہیں رہے گا لیکن یہ شرک خفی کی صورت ہے جو کہ پیسے کو، حاکم کو یا اپنے نفس کی خواہشات کو خدا ماننا ہے اور خدا اور رسول کے احکام کے مقابل ان کی اطاعت کرنا ہے جو ہم آج عام دیکھ رہے ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ میں عصری ایجادات

چند نمونے عصری ایجادات کے عرض کر دوں۔

مصنوعی بارش:

حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ......"قیامت قائم ہونے سے قبل مصنوعی بارش ہوگی"۔

ا بمصنوعی بارش مختلف آلات کی مدد سے نازل کی جاتی ہے اور مختلف شہروں میں اس کا تجربہ کامیاب رہا ہے اور اس سے زمین سیراب ہوئی ہے۔

حضور سیّد عالم (ﷺ) نے اکثر احادیث صحیحہ میں جو دجال کے بارے میں ہیں اس مصنوعی بارش کی خبر دی ہے مثلاً حدیث نواس بن سمعان وغیرہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں دجال یہودی ہوگا اور یہودی ہر روز اس کے خروج کا انتظار کرتے ہیں

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہودیوں کو جو حکومت دی ہے وہ اسی لئے ہے کہ یہودی دجال کے خروج کی راہ ہموار کریں گے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے فتنہ کے ذریعے عالم کی آزمائش کرے گا جس کا علم اسے پہلے سے ہے، جیسے کہ یہ بھی مخفی نہیں کہ یہودیوں کی حکومت، مالداری اور ان افراد سے میل جول کی وجہ سے جو یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں پلتے بڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے حکومت یہود و اسرائیل کا شمار نوعمری ہی میں ترقی یافتہ ممالک میں ہونے لگا اور ان کے پاس ایسی مشینریاں موجود ہیں جس سے نہ صرف اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں بلکہ اسی وجہ سے یہ لوگ تہذیب یافتہ ممالک کی صف میں آ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جب ان کا جھوٹا اور کانا امام نکلے گا تو ان کے پاس ہر وہ جدید مشینری پائے گا جن کی مدد سے لوگوں کو گمراہ کر سکے، انہیں کافر بنا سکے اور انہیں بہا سکے۔ اور جو اس کے مقابلے پر آئے یا اس سے مزاحمت کرے وہ اس سے جنگ کر سکے۔ یعنی آلاتِ حرب اور آلاتِ سفر اور تنقل یعنی ہوائی جہاز، موٹریں اور اس کے علاوہ ہر ضروری سامان وغیرہ وہ چیز کہ جس سے آسمان سے بارش برسا سکے اور کھانے پینے کی اشیاء اٹھانے والی گاڑیاں، آٹا پیسنے اور کھانے پکانے کی مشینیں اور تمام وہ چیزیں جو اس وقت جنگوں میں استعمال کرنے کے لئے تمام ممالک کے پاس موجود ہیں، تو فوج کے پاس ہر اس چیز کی سہولت ہوتی ہے کہ جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ کپڑا دھونے کی مشین کہ ایک طرف سے میلا کچیلا کپڑا ڈالا جائے گا تو وہی کپڑا صاف و شفاف دھل کر اور استری ہو کر دوسری طرف سے نکل آتا ہے اور پہننے کے قابل ہو جاتا ہے جیسے کہ گندم مشین میں ڈالا جاتا ہے تو وہیں پستا ہے، چھنتا ہے آٹا گوندھ جاتا ہے روٹی بنتی ہے اور وہیں سے تیار ہو کر پک کر نکلتی ہے۔

یہ وہی چیز ہے جو کانے دجال کے ساتھ ہوگی اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ جادو ٹونے ہوں گے تا کہ اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں اس فتنے کو چاہے، اپنے امر کو پورا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا نبی کریم (ﷺ) نے متعدد احادیث میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، ہوائی جہازوں اور موٹروں کے ذریعے دجال کا سفر اور ان کے ذریعے روئے زمین کا طواف کرنے کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ہم نے انہیں پیچھے صفحات میں موٹروں اور طیاروں کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ ہاں بارش برسانے کے آلات، پانی، کھانا اور آٹے اٹھانے والی گاڑیوں وغیرہ کے بارے میں جو چند احادیث ہیں وہ یہ ہیں:

منها حديث اسماء بنت يزيد انها سمعت۔

رسول اللہ (ﷺ) اپنے صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا:

احذركم المسيح وانذر كموه وكل بنى قد حذره قومه وهو فيكم ايها الامة ومساحكى لكم من نعته مالم تحك الانبياء قبلى لقومهم ،وهوا عور ليس اللّٰه باعور، بين عينه كافر يقرؤه كل مومن كاتب

وغیر کاتب ۔اکثر من یتبعه الیهود والنساء والاعراب ،ترون السماء تمطر وهی لاتمطر ،والارض تنبت وهی لاتنبت ،ویقول الاعراب ماتبتغون منی الم ارسل السماء علیکم مدارا۔ (الحدیث۔رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن)

میں تمہیں مسیح کے خطرے سے آگاہ کرتا ہوں اور اس سے تم کو ڈراتا ہوں اے امت!

وہ تم میں سے ہوگا میں تمہیں اس کی ایسی باتیں بتاؤں گا جو کسی نبی نے مجھ سے پہلے اپنی قوم کو نہیں بتائیں۔ وہ کانا ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، جسے ہر مومن پڑھا لکھا اور جاہل پڑھ سکے گا اس کے اکثر پیروکار یہودی، عورتیں اور دیہاتی ہوں گے۔ تم آسمان سے بارش دیکھو گے حالانکہ وہ بارش نہ ہوگی تم زمین سے سبزہ دیکھو گے حالانکہ وہ سبزہ نہیں ہوگا اور وہ دیہاتیوں سے کہے گا کہ تم کیا چاہتے ہو کیا آسمان نے تم پر مینہ (بارش) نہیں برسایا۔

وفی مسند احمد من حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

”دجال دین کے جھنڈے میں اور علم سے پیٹھ موڑتا ہوا نکلے گا۔ اس کے لئے چالیس دن ہوں گے وہ زمین کی سیر کرے گا ان چالیس دنوں میں سے ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے عام ایام کی طرح ہوں گے۔ اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سواری کرے گا اس گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا عرض (چوڑائی) ہوگا۔ وہ لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں حالانکہ وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب عزوجل کانا نہیں۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کی جگہ میں ہجوں سے ک اف ر (کافر) لکھا ہوگا جسے ہر مومن پڑھا لکھا اور جاہل پڑھے گا وہ ہر چشمے اور ہر گھاٹ پر پہنچے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، یہ دونوں شہر اللہ عزوجل نے اس پر حرام کر دیے اور ان دونوں کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہوں گے اور اس کے ساتھ ”روٹی“ کے پہاڑ ہوں گے اور اس کے پاس دو نہریں ہوں گی جن کے بارے میں میں اس سے زیادہ جانتا ہوں۔ ایک نہر کو وہ جنت کہے گا اور دوسری کو دوزخ کہے گا تو جس کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا وہ دوزخ میں ہے اور جس کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا وہ درحقیقت جنت میں ہے۔“

آپ نے فرمایا۔ ”اور اس کے شیاطین بھیجے جائیں گے جو لوگوں سے بات چیت کریں گے تو ان سے کہیں گے کہ اے لوگو! کیا اس قسم کے کام رب کے علاوہ کوئی اور کر سکتا ہے۔“

تو وہ لوگ جن سے وہ شیاطین ایسی بات کہیں گے وہی گاؤں کے رہنے والے دیہاتی جیسا کہ اس تشریح اس سے قبل حدیث اسماء میں گزر گئی۔ یہ بھی حضور اکرم (ﷺ) کا ایک وصف دقیق ہے۔ گاؤں کے رہنے والے دیہاتی ان ایجادات

سے واقف ہی نہیں ہوتے نہ ان آلات کو جانتے ہیں جو اسکے ساتھ ہوں گے اور اسی وجہ سے دجال یہ کام شہروں میں لوگوں کے درمیان نہیں کرے گا جو مصنوعی بارش برسانے والے آلات سے واقف ہیں سالن اور روٹی کا وہ پہاڑ اور پانی کی نہر جو اس کے ساتھ ہوگی درحقیقت پہاڑ اور نہر نہیں بلکہ اور اسباب ہوں گے جو ایسی سواریوں پر رکھے ہوں گے جو اس کے ساتھ ساتھ گاؤں گاؤں جائیں گے، لوگ اس زمانے میں قحط زدہ اور حاجت مند ہوں گے کیونکہ دجال کے خروج سے پانچ سال قبل ایک اور روایت میں تین سال قبل سے ان علاقوں میں بالکل بارش نہ ہوئی ہوگی اور اکثر قحط زدہ افراد دیہاتی ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کے قول کے مطابق ''اس کے اکثر متبعین یہودی، عورتیں اور دیہاتی ہوں گے'' سے ظاہر طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایمان اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے عورتوں کی طرح دجال کے فتنے میں آزمائے جائیں گے۔ اور یہودی تو ایسی قوم ہے جس پر خود اللہ عزوجل نے لعنت فرمائی۔

ہمارے مذکور پر دلیل قاطع یہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم حضرت مغیرہ بن شعبہ سے راوی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ ''میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ کوئی دجال کے بارے میں رسول اللہ (ﷺ) سے مجھ سے زیادہ کثرت سے سوال کرتا ہو، تو ایک مرتبہ آپ (ﷺ) نے فرمایا تمھیں کیا چیز ضرر دیتی ہے؟ میں نے عرض کی لوگ کہتے ہیں کہ دجال کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ پر اس سے بہت آسان ہے۔

تو ان کے پوچھنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان چیزوں کے اس کے ساتھ پائے جانے کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ رسول اللہ (ﷺ) نے ان چیزوں کی خبر دی جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے ان کے اس انکار کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں درحقیقت اسکے پاس نہ ہوگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسمان کو مسخر فرمائے گا تو وہ اس کا مطیع ہو کر بارش برسائے گا جب بھی وہ چاہے گا اور یہ کہ اس کے ساتھ حقیقتاً نہریں ہوں گی اور یہ کہ اس کے ساتھ روٹی کا حقیقتاً کوئی پہاڑ ہوگا بلکہ یہ تمام چیزیں ان اسباب کی وجہ سے ہونگی جو اللہ تعالیٰ اس کے غیروں کو عطا فرمائے گا اور فرنگی ان چیزوں کو اس کے ظہور سے قبل ایجاد کرلیں گے تو جب وہ آئے گا تو ان لوگوں سے وہ اسباب (مشینیں) حاصل کرے گا اور پھر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے وقت ان اسباب سے تائید حاصل کرے گا اور لوگوں کو اپنے معجزے کے طور پر دکھائے گا اور نادانوں کو بے وقوف بنائے گا اور ساتھ ساتھ اپنے ان جادوگروں اور شیطانوں سے بھی مدد حاصل کرے گا جو ضلالت اور گمراہی میں اس کے مددگار ہوں گے۔ اسی لئے علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ ''اس کے پاس حقیقتاً نہریں وغیرہ نہ ہوں گی بلکہ یہ آنکھوں پر ایک قسم کی تخیل اور تشبیہ ہوگی تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ پانی ہے حالانکہ اس کے پاس پانی نہ ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے پاس روٹی ہے حالانکہ وہ کچھ بھی نہ ہوگا''

لیکن اس تاویل کا فساد و بطلان مخفی نہیں۔ کیونکہ دیگر احادیث میں آیا ہے کہ جولوگ تسلیم کریں گے اور اس پر ایمان لائیں گے انہیں وہ اس میں سے کھلائے گا پلائے گا اور بارش بھی برسائے گا حتیٰ کہ دیہاتی لوگ اس کی تصدیق کریں گے اور اس بارش سے فصل تیار ہوگی، جانور موٹے ہوں گے ان کے تھن بھر جائیں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے زمین پر قحط پڑ چکا ہوگا تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ صرف خیالی معاملات ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ پچھلے شارحین نے ان مشینوں کا مشاہدہ نہیں کیا جو موجودہ دور میں پائی جارہی ہیں اور جن کے ذریعہ ان احادیث کی کہ جن میں ان چیزوں کا ذکر ہے اور وہ حدیث کہ جس میں ھواھون علی اللہ من ذلک۔

ہے کی تصدیق ہوتی ہے اس لئے انھوں نے اس کو تخیل وتشبیہ پر محمول کیا جیسا کہ ہم نے ذکر کردیا۔

دجّال کی مفصل داستان فقیر کی تصنیف ''قیامت کی نشانیاں'' میں پڑھئے۔

عورتوں کی تجارت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اسلام خاص خاص لوگوں تک محدود رہ جائے گا اور تجارت اس قدر عام ہوجائے گی کہ عورت اپنے شوہر کو تجارت پر مقرر کرے گی۔ (رواہ ،احمد ،بخاری ،وبزار والطحاوی وغیرھا) طبرانی عداء بن خالد سے راوی کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔ ''قیامت قائم نہ ہوگی حتٰی کہ اسلام جان پہچان والوں تک محدود رہ جائے گا، مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا اور مرد وعورت مل کر تجارت کریں گے۔''

پولیس:

ان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ پولیس کے سپاہیوں کی کثرت ہوگی اور جگہ جگہ تعینات کئے جائیں گے جیسا کہ آج کل کی حکومتیں کرتی ہیں چنانچہ طبرانی کبیر میں عوف بن مالک سے مروی ہے رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا۔ ''میں تم پر چھ چیزوں سے خوف کرتا ہوں (ان میں سے) بے وقوفوں کی حکومت اور پولیس کی کثرت۔'' حضور علیہ السلام نے اپنی امت پر اس وجہ سے اظہارِ خوف فرمایا کہ ایک تو یہ قربِ قیامت کی علامت ہے اور پھر یہ کہ پولیس والے ناحق ہر راہ گیر پر ظلم کریں گے اور خواہ مخواہ ان کے چالان کریں گے اور یہ بھی کہ اُن کے ہاتھوں میں کوڑے اور لاٹھیاں ہوں گی جن سے وہ معمولی سی بات پر بھی کمزوروں کو ماریں گے۔ جیسا کہ خود حضور اکرم (ﷺ) نے متعدد احادیث کریمہ میں ارشاد فرمایا ''دوزخیوں کی

دوقسمیں ایسی ہیں کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گائے کے دم کی طرح کوڑے ہونگے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے دوسری وہ عورتیں جو پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی اونٹنی کے کوہان کی طرح اپنے سروں کو خم دیتی ہوئیں اور سر میں پہنے ہوئے) یہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے سے محسوس کی جاسکتی ہے۔"

یہ کوڑے واقع میں بھی بیلوں کی دم کے ہوتے ہیں جیسا کہ یورپ میں فرانسیسی پولیس کے پاس ہوتے ہیں۔حدیث امامہ میں رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ "اس امت میں آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جن کے پاس بیلوں کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے وہ صبح کریں گے اللہ کی ناراضگی میں اور شام کریں گے اللہ کے غضب میں۔" (رواہ الحاکم)

امراء کی کثرت:

اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مختلف ریاستیں اور حکومتیں وجود میں آئیں اور اس طرح امراء کی تعداد میں اضافہ ہوگا مثلاً اس وقت صرف عرب میں ہی تقریباً بیس یا اس سے زائد امراء موجود ہیں جو حجاز، کویت، یمن، بحرین، حضر موت، عراق، مشرقی اردن اور لبنان وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ "اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم فتنہ میں پڑجاؤ گے اور یہ رواج بنالو گے کہ چھوٹے کی خوب دیکھ بھال کرو گے اور بڑے کو بڈھا کھوسٹ بنادو گے" (یعنی بڑوں سے توجہ ہٹالو گے، اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا تو کہا جائے گا تو نے رواج کے خلاف کیا)

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) ایسا کب ہوگا؟ فرمایا "جب کہ قاریوں کی کثرت ہوگی، علماء کی قلت ہوگی، امراء کی کثرت ہوگی اور امانت دار کم ہوجائیں گے اور دنیا عملِ آخرت سے معدوم ہوجائے گی۔" (رواہ الحاکم والدارمی)

نادر امراض جو اسی زمانہ میں ظاہر ہوئے:

حضور (ﷺ) کی ان ہی پیشن گوئیوں سے یہ ہے کہ آج اس قسم کے امراض ظاہر ہو رہے ہیں جو کہ آج سے قبل اتنے نہ تھے چنانچہ عالم یہ ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ بڑے بڑے ہسپتال ہونے کے باوجود یہ تمام ہسپتال ان مریضوں سے بھرے پڑے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچ رہی ہے اور بیماریاں اتنی زائد پھیل گئی ہیں کہ جو اس سے پہلے کبھی نہ تھیں اور نہ ہی متقدمین اطباء نے ان کا کہیں ذکر کیا ہے۔لوگ ان بیماریوں کے اسباب وہ چیزیں سمجھتے ہیں جو انگریز نے بنائیں مثلاً

شکر، بناسپتی گھی اور وہ تیل جو مختلف سبزیوں سے نکالے جاتے ہیں اور اس قسم کی دیگر چیزیں، بعض لوگ اس کا سبب یہ سمجھتے ہیں کہ جنگیں ہو ہو کے فضا بہت آلودہ ہو چکی ہے اور اس کی ہوا سے یہ بیماریاں جڑ پکڑتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ۔صحیح یہ ہے کہ یہ تمام باتیں قیامت کی نشانیوں سے ہیں اور ان کا سبب یہ ہے کہ فحاشی عام ہوگئی ہے اور ہر شخص فحاشی میں مبتلا ہے جیسا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

روی الحاکم بسند صحیح من حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ہے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"ان اللّٰہ لایحب الفحش والتفحس ،ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لاتقوم الساعۃ حتی یظہر الفحش والتفحس وسوء الجوار وقطیعۃ الارحام وحتی یخون الامین ویؤتمن الخائن ۔"

"بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بے شرمی کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بے حیائی اور بے شرمی اور بدزبانی پھیل جائے گی اور برا پڑوس اور قطع رحمی یہاں تک کہ امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا۔"

طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "قسم خدا کی قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بے حیائی اور کنجوسی پھیل جائے گی۔ طبرانی کبیر میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قرآن اٹھ جائے گا۔ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا اور حدیث میں مذکور ہے کہ فحاشی کھلے عام ہوگی۔"

یہ تو بات ہوئی فحاشی سے متعلق اور یہ کہ یہ چیز قیامت کی نشانی ہے اور ان امراض کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

کیف انتم اذا وقعت فیکم خمس واعوذ باللّٰہ ان تکون فیکم اوقدر کوھن ماظہرت الفاحشۃ فی قوم قط یعمل بھا فیھم علانیۃ اوظہر افیھم الطاعون والارجاع التی لم تکن فی خلافھم۔ (الحدیث)

"کیا حال ہوگا تمہارا جب کہ تم پر پانچ چیزیں آپڑیں گی پناہ بخدا کہ تم میں یہ چیزیں ہوں یا تم ان چیزوں کو پا لو، جب بھی کوئی قوم اعلانیہ طور پر کوئی فحش برا کام کرتی ہے تو اس میں طاعون اور ایسی بیماریاں ظاہر ہو جاتی ہیں جو ان کے اگلوں میں نہ تھیں۔" (رواہ ابن ماجتہ والبزاز والبیھقی فی شعب الایمان صححہ الحاکم)

تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان امراض کے ظہور کی خبر دی جو اسلاف میں نہ تھے اور اب فحش باتوں کے علانیہ کرنے کی وجہ سے یہ امراض ظاہر ہو رہے ہیں چنانچہ حالت یہ ہے کہ سرِ عام بوس و کنار کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے وہ امراج اور وبائیں پھیل رہی

ہیں جو آج سے قبل غیر معروف تھیں۔

فالج ،بواسیر اورہارٹ فیل:

ان ہی امراض میں سے جو اب بہت عام ہو گئے ہیں فالج ،بواسیر اوراچانک موت ہونا ہے اوران کے بارے میں بھی خصوصیت کے ساتھ احادیث میں وارد ہے دینوری نے مجالستہ میں کہا ہے کہ

حدثنا محمد بن عمر بن اسماعیل الدولابی حدثنا ابن خلیفه حدثنا الحسن بن عمارةعن الحواری بن زیاد عن انس بن مالك قال قال رسول الله (ﷺ)۔"من اقتراب الساعة ان یفؤ االفالج وموت الفجاء ۃ۔"

"رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ قربِ قیامت کی نشانی یہ ہے کہ فالج اور ہارٹ فیل ہونا عام ہوجائے گا۔"

اس کو طبرانی نے صغیر میں ایک اور طریق سے روایت کیا۔ شعبی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

اقتراب الساعة ان یرمی الهلال قبلاً فیقال لیلتین وان تتخذالمساجد طوقاوان یظهر الفجاء ۃ۔

"قربِ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ پہلا چاند صاف صاف دیکھا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ دوراتوں کا ہے اور مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا اوراچانک موت ہونا ظاہر ہوگا۔"

راوی الطبرانی وابونعیم فی الحلیه من حدیث حذیفه قال رسول الله(ﷺ)

"من اقتراب الساعة کبیرۃ الطلاق وموت الفجاء ۃ۔"

"قیامت کی نشانیوں سے کثرتِ طلاق اوراچانک موت ہونا ہے۔"

قرطبی نے تذکرہ میں ذکر کیا **من حدیث جعفر بن محمد عن ابیه عن جده قال۔**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قربِ قیامت کی نشانیوں سے بواسیر اوراچانک موت کا ظاہر ہونا ہے۔"

نافرمانی اورگناہ میں عورتوں کا حد سے گزر جانا:

حضور (ﷺ) کی پیشنگوئیوں میں سے یہ بھی ہے کہ عورتیں نافرمانی اور جسارت میں حد سے گذر جائیں گی اورمردوں کے بڑے بڑے عہدوں کی طمع رکھیں گی اور وہ لالچ رکھیں گی کہ جج بنیں، وزراء بنیں اور حکومت کی سفراء بنیں اور پھر وہ بعض

ملکوں میں ان بلند مناصب پر فائز بھی ہوجائیں گی اور وہ اپنی نمائش میں مردوں سے بھی آگے نکل جائیں گی بلکہ وہ شریعت کی ان چیزوں پر جرأت کریں گی، چنانچہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ......

"کیف بکم ایھاالناس اذطغیٰ نساء کم وفسق وشبابکم ،قالوایارسول اللّٰہ ان ھذا لکائن ؟قال نعم۔"

"اے لوگو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی اور تمہاری جوانی نیک بختی سے ہٹ جائے گی"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ایسا بھی ہوگا؟

فرمایا "ہاں۔" (رواہ ابویعلیٰ والطبرانی فی الاوسط)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"کیف بکم اذا فسق شبابکم وطغت نساء کم وکثر جھالکم ۔قالو وان ذالك لکائن یارسول اللّٰہ ؟قال واشد من ذالك۔"

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری جوانی نیکی کے راستے سے ہٹ جائے گی۔ تمہاری عورتیں باغی ہوجائیں گی اور جہلاء کی کثرت ہوگی۔ عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ایسا ہونے والا ہے۔ فرمایا اس سے بھی زیادہ ہوگا۔"

چنانچہ اب دیکھ لیجئے کہ عورتیں کس قدر آگے بڑھ چکی ہیں اور جوانیاں کس قدر گمراہی کی طرف بڑھ رہی ہیں حتیٰ کہ کفر والحاد تک نوبت پہونچ چکی ہے۔

ایٹمی طاقت کی خبر:

دورِ حاضرہ میں ایٹمی قوت کا بڑا چرچا ہے۔ صدیوں پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بار بار خبردار کرتے ہوئے لفظ "رمی" سے ایٹمی طاقت کی خبر دی ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۴۳، ج ۲ پر عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے:

"الاان القوة الرمی الاان القوة الرمی الاان القوة الرمی ۔"

ترجمہ: "خبردار یہ قوت (جس کا آیتِ پاک میں ذکر ہے) رمی ہی ہے! خبردار یہ قوت رمی ہی ہے۔ خبردار یہ قوت رمی ہی ہے۔"

اس کی تفصیل یوں ہے کہ رمی "عربی" لفظ ہے اس کا معنی ہے (پھینکنا) اس وقت سے قیامت تک جو جو چیز بھی بطور اوزار جنگ میں استعمال کے قابل ہے ان تمام چیزوں پر یہ لفظ "رمی" حاوی اور شامل ہے۔ لغت عرب میں رمی تیر کے ساتھ ہی خاص نہیں قرآن کریم میں ہے:

مارمیت اذرمیت ولکنّ اللّٰہ رمیٰ۔

حالانکہ حضور (ﷺ) نے اس وقت تیر نہیں پھینکا تھا بلکہ مٹی اور سنگریزے پھینکے تھے تو روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ رمی عام ہے۔ ہر پھینکنے کو عربی میں رمی کہا جاتا ہے اور واقعی اس زمانے سے آج تک "رمی" اوزار جنگ میں نمایاں رہی ہے اس وقت تو تیر، تلوار، نیزے عموماً استعمال ہوتے تھے تلوار کی حیثیت بھی بڑی نمایاں تھی حتی کہ ہمارے پیارے رسول مقبول کا ایک نام صاحب السیف بھی ہے مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا رمی زیادہ اہمیت پکڑتی گئی اور آج تو بے ہی رمی پر دارومدار ۔نیزے یا تلوار کا استعمال تو ملکی جنگوں میں برائے نام بھی نہیں رہا۔ بہر حال رمی عام ہے تیر کی رمی ہو یا نفط کی، منجنیق سے پتھر پھینکے جائیں یا بندوق سے گولیاں، توپوں سے گولے برسائیں جائیں یا بزین اور گنوں سے حملہ کیا جائے سب رمی ہی ہے، دستی بم پھینکیں یا ہوائی جہازوں سے عام بم ہو یا ایٹم بم، ہائیڈروجن یا اس سے بھی کوئی توانا تر بم سب پر رمی سچی ہے۔ میزائلوں سے رمی ہو یا تارپیڈو یا وبائی امراض کے جراثیم پھینکے جائیں یا کوئی اور پھینکنے کا اوزار ہو یا نیا ایجاد کیا جائے سب پر لفظ رمی بلا تاویل سچا آرہا ہے۔ یہ ہے ہمارے پیارے محبوب کی ہمہ دانی اور جامع البیانی کہ ایک ہی لفظ رمی میں وہ سب کچھ جمع فرما دیا جو ہر زمانے میں اس زمانے کے اہم اوزاروں پر سچا آرہا ہے۔ قربان جائیں! اس پیارے کے سامنے زمین و زماں کی وسعتیں اور مکین و مکاں کی سمتیں سب سمٹی ہوئی ہیں۔ ماضی و حال و استقبال مختلف ممالک بحر و بر عرش و فرش سب کے سب پیش نظر ہیں۔ اقوام عالم کیا سب عالمین کے لئے حاضر و ناظر ہیں۔

اس کے متعلق مزید معلومات کے لئے دیکھئے فقیر کی دو کتابیں (۱) "نور الھدٰی فی علوم ماذاتکسب غدا" لمعروف کل کیا ہوگا۔ (۲) قیامت کی نشانیاں۔

دعاء اور سائنس:

اسلام میں دعاء مانگنے کے بیشمار فضائل و فوائد وارد ہیں لیکن جدید سائنس روحانیات کو اس لئے قبول نہیں کرتی کہ یہ اس کے عملی و مادی تجربہ میں نہیں آتی۔ لیکن الحمدللہ روحانیت کے اثرات و واردات اسی کثرت و تواتر سے ظہور میں آرہی ہیں کہ جسے جدید سائنس کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ منجملہ ان کے یہ دعاء بھی ہے جو اسلام میں ایک اہم اور مفید عمل ہے جسے جدید سائنس کے سربراہ بھی مانتے ہیں مثلاً جان ٹینڈل وہ پہلا سائنسدان ہے جس نے دعاء کے اثرات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر دعا واقعی مریض کو صحتیاب کرتی ہے تو لازمی طور پر اس قوت کا پتہ چلانا چاہئے جو دعاء میں پوشیدہ ہے اور اس کے مقصد کے حصول کے لئے ہمیں اپنے تجربات سے کام لینا چاہیے۔ دعاء کے بارے میں کچھ عرصہ ہوا ایک خاتون کی بیماری کے بارے میں اردو رسالہ ڈائجسٹ میں درج تھا کہ وہ بیماری کے کن کن مراحل سے گزری حتیٰ کہ تمام ہسپتالوں سے مایوس ہو کر گھر لوٹ آئی اور ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے کر علاج سے جواب دیدیا کہ کوئی علاج بھی

اس کی زندگی کونہیں بچا سکتا۔ آخر گھر کے افراد اور چھوٹے چھوٹے بچوں نے فیصلہ کیا سب مل کر صمیم دل سے مریضہ کے حق میں دُعا کریں۔ شاید خدا کو رحم آجائے اور خاتون کی زندگی دراز ہوجائے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل سچا ہے ان افرادِ خانہ نے مریضہ کے کمرے میں زمین پر چادریں اور جائے نمازیں بچھا دیں اور پہلے کلمہ شریف اور دُرود شریف کا ورد کیا۔ بعدۂ نہایت رقّتِ قلب کے ساتھ خدا سے زندگی کی بھیک مانگی۔ کمرے میں آہوں اور سسکیوں کی آوازیں دھیمی دھیمی اٹھتی رہیں اور چہرے آنسوؤں سے تر ہوتے گئے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ مریضہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور وہ بھی ان دُعاؤں میں شریک ہوگئی اس نے اپنے میں ایک نئی روح اور نئی امنگ محسوس کی۔ جینے کی اُمنگ اور مستقبل کی اُمیدیں بر آنے کی تمنا۔
اُس نے بیان کیا کہ وہ بہتر محسوس کر رہی ہے اُسے بھوک بھی لگ رہی ہے خدا کا کرنا کیا ہوا کہ صبح تک وہ بالکل تندرست ہوچکی تھی۔ عزیز و اقارب اور طبیب سب حیران تھے کہ یہ کیا معجزہ ہے بات دراصل یہ تھی کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

عزیزو! دراصل خالقِ کائنات انسان کے ساتھ ہر ساعت اور آن شامل ہے یعنی اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے وہ مکمل ربوبیت کا حامل ہے یعنی اس مخلوق کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس مثال سے اس بات کو سمجھیں۔ آپ نے ایک بڑھئی سے کُرسی بنوائی اور کئی سال اسے استعمال کرتے رہے پھر اچانک اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ کر الگ ہوگئی۔ اب آپ کبھی اس بڑھئی کے پاس نہیں جائیں گے اور اگر وہ مل بھی گیا تو وہ پرانی کرسی کو ہاتھ لگانا کسرِ شان سمجھے گا، مرمت کے لئے کسی اور مستری کی تلاش کرنی ہوگی کیونکہ کرسی بنانے والے کا تعلق کرسی سے اسی وقت کٹ گیا تھا جب اس نے وہ بیچ دی تھی لیکن خالقِ کائنات اپنی مخلوقات کے ایک ایک فرد سے ہر لحہ اور ہر آن تعلق رکھتا ہے اور اسے بھولتا نہیں ہے صرف عارضی طور پر آزمائش میں ڈالتا ہے یہ ہماری اپنی غفلت اور ناشکری ہے کہ ہم اسے یاد نہیں کرتے اور طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ پھر اس کا فرمان ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو میں دس قدم اس کی طرف بڑھتا ہوں۔

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ

ترجمہ: ”تم مجھے یاد کرو گے تو میں تم کو یاد کروں گا۔“

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

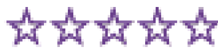
ترجمہ: ”خبردار رہو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔“

خدا کا ذکر دنیا کی تمام مصیبتوں کا علاج ہے:

دُعا ذکر الٰہی کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور یہ بندے اور اس کے رب کا تعلق قائم کرنے میں ایسا ہی اثر رکھتی ہے جیسے کہ کوئی کسی سے بالمشافہ گفتگو کرتا ہو۔ بندہ اظہار عبودیت کے ساتھ اپنی ساری کمزوریوں، مصیبتوں اور دکھ درد کو کھول کر اپنے آقا کے سامنے رکھ دیتا ہے تو اس کا دل ہلکا ہو جاتا ہے اور ایک اَن جانا اطمینان وسکون اسے ڈھانپ لیتا ہے۔ دُعا کے آداب میں سے ہے کہ لقمۂ حرام سے پرہیز کرے اور دل سوزی وگداز کی بھرپور کیفیت طاری ہو کوئی بھی دعا ضائع نہیں جاتی۔ البتہ دُعا یا تو فوری قبول ہو جاتی ہے یا مشیت ایزدی کی طرف سے مقررہ وقت پر اس کا ظہور ہوتا ہے بصورتِ دیگر اگر اسکا اس حالت میں قبول کرنا بندے کے حق میں بہتر نہ ہو تو اس کے بدلے میں کوئی دیگر خیر وخوبی مرحمت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر دُعا کے نتائج اس عالم میں ظاہر نہ ہوں تو آدمی کے لئے آخرت میں اس کا مناسب ثواب لکھ دیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ دُعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

قرآن حکیم میں اہلِ حق کی دُعائیں بیان ہوئی ہیں جو بہت مؤثر ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کی دُعائیں ہمارے لئے سُنّت کا درجہ رکھتی ہیں خصوصاً نبی اکرم (ﷺ) کی تعلیم کردہ دعائیں امت کے لئے بے بہا خزانہ ہیں ہر موقع اور ہر مرض کے لئے حضور علیہ السّلام نے دعا تعلیم فرمائی ہے۔ علماء اور اہل علم اس پر ریسرچ سے کام لیں اور دعاؤں کی عوام کو رہنمائی کریں تا کہ دعاؤں سے سائنٹیفک طریق سے فیض حاصل کیا جاسکے۔ دعاؤں کی تفصیل وفضائل کے لئے فقیر کی دو تصنیفیں پڑھئے۔

(۱) شفاخانہ نبوی (۲) فضائل الدعاء۔



قرآن کا حسابی نظام اور الیکٹرونک کمپیوٹر

؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

صدیوں سے یہود ونصاریٰ اور ملحد اقوام قرآن کریم کو انسانی تصنیف قرار دیتی رہی ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف اپنے خُبثِ

باطن کا اظہار کرنے کا ایک اسلوب یہ بھی تھا کہ قرآنِ حکیم کو خدائی کلام نہ مانا جائے۔لیکن اسلام کی حقانیت سائنسی دور میں بھی پوری شد و مد کے ساتھ واضح ہو رہی ہے۔سائنس ہی کے ایجاد کردہ کمپیوٹر نے اس الہامی کتاب کے آسمانی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔قرآن پاک میں ہے:

ام یقولون افترا ہ اقل فأتو ابعشر سورمثلہ مفتریات وادعوامن استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین۔(ھود۔۱۳)

ترجمہ: ''کیا کہتے ہو؟ پیغمبر (علیہ السلام) نے یہ کتاب خود گھڑی ہے؟ کہو اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں (ہی) تم بنالاؤ۔اور اللہ کے سوا اور جو تمہارے معبود ہیں۔ان کو مدد کیلئے بلا سکتے ہو تو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

اس چیلنج کا جواب چودہ صدیاں گزر چکی ہیں کسی سے بن نہیں پڑا۔

کمپیوٹرز کی مدد سے قرآن حکیم کے حروف،اعراب اور الفاظ امریکہ اور مصر میں بڑے اہتمام کے ساتھ شمار کئے گئے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کے مابین ایک عجیب و غریب نظم اور باہمی ربط معلوم ہوا ہے۔جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کلام انسانی کلام نہیں ہے۔وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تیئس (۲۳) سال میں حسبِ ضرورت وحالات نازل ہوا ہے اور حضور علیہ السلام کفار کے خلاف جنگوں میں اسلام کی تبلیغ میں اور دنیاوی معاملات،معاشرت،رہن سہن میں بے انتہا مصروف رہے۔ساتھ ہی قرآن کی حفاظت کا بندوبست جاری رہا۔جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا رہا۔صحابہ کی ایک جماعت کلماتِ وحی کو لکھتی تھی اور ایک جماعت اس کو حفظ کرنے پر مامور تھی تو اس میں کسی انسانی ذہن کا دخل نہیں تھا کہ جب قرآن مجید مکمل ہو گیا تو اس کے اندر حروف کے مابین ایک مقررہ تعلق اور رشتہ قائم ہے۔یہ حقیقت بجائے خود کسی مافوق الفطرت وجود کی نشاندہی کرتی ہے اور وہ خدا کی ذات ہے جو قرآن کریم کی مصنف ہے۔قرآنِ کریم اس کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے اور قرآن مخلوق نہیں ہے۔آج کا سائنسدان خود اپنے ایجاد کردہ کمپیوٹر کی مدد سے حاصل کردہ نتائج کو دیکھ کر دنگ رہ گیا ہے اور قرآنِ حکیم کو ایک زندہ معجزہ تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

ایک جدید تحقیق:

مصر کے سائنسدان ڈاکٹر ارشاد خلیفہ نے سالہا سال کی ریسرچ الیکٹرو کی آلات کی مدد سے کی ہے اور انتہائی حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے ہیں۔انہوں نے قرآنِ مجید کی ہر سورۃ کے ابجدی اعداد و شمار بھی فراہم کئے ہیں۔سورتوں کے حروف اور مکرّرات کی تعداد نوٹ کر کے ہزاروں لاکھوں اعداد کو کمپیوٹر میں ''فیڈ'' کیا۔قرآنِ حکیم کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں سب پر اس طرح کا عمل دہرایا گیا۔اندازہ لگائیں کہ کتنی عرق ریزی کی گئی ہوگی۔

معلوم ہوا ہے کہ سارے قرآن مجید کے حُروف کی تعداد کا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(جو کہ قرآن کی اولین آیت ہے) کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ یہ چھوٹی سی آیت ۱۹ حُروف پر مشتمل ہے۔ ب س م۔ ا ل ہ۔ ا ل ر ح م ا ن ۔ ا ل ر ح ی م ۔اور اس میں کل چار الفاظ اسم، اللہ، الرّحمن اور الرّحیم ہیں ۔اسم قرآن حکیم میں ۱۹ بار آیا ہے ۔اللہ قرآن حکیم میں کل ۲۶۹۸ بار آیا ہے جو ۱۹ سے پورا تقسیم ہوتا ہے۔اور ۱۴۲ حاصل ہوتے ہیں۔الرّحمٰن قرآن میں ۵۷ بار آیا ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہو تو ۳ حاصل ہوتا ہے۔آخری لفظ الرّحیم ۱۱۴ بار آیا ہے اور ۱۹ پر چھ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

اب حُروف مقطّعات ہیں۔جن سے کئی سورتیں شروع ہوتی ہیں۔بظاہر ہمیں ان کا مفہوم معلوم نہیں۔بہر حال معلوم ہوا ہے کہ یہ حروف بھی جتنی باران (۲۹) سورتوں میں آئے ہیں وہ سب کے سب ۱۹ پر تقسیم ہوتے ہیں ۔ذرا نیچے کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

ص	۱۵۲ = ۸x۱۹	عسق	۲۰۹ = ۱۱x۱۹
ق	۱۴۴ = ۶x۱۹	الم	۲۶۶۷۶ = ۱۴۰۴x۱۹
ن	۱۳۳ = ۷x۱۹	الر	۹۷۰۹ = ۵۱۱x۱۹
طس	۴۹۴ = ۲۶x۱۹	طسم	۱۴۴۴ = ۷۶x۱۹
یٰس	۲۸۵ = ۱۵x۱۹	المر	۱۵۰۱ = ۷۹x۱۹
طٰہ	۳۴۲ = ۱۸x۱۹	المص	۵۳۵۸ = ۲۸۲x۱۹
حم	۲۱۶۶ = ۱۱۴x۱۹	کھیعص	۷۹۸ = ۴۲x۱۹
کل میزان	۴۹۳۸۱ = ۲۵۹۹x۱۹		

مثال:

طٰہ میں دو حروف ط اور ہ ہیں۔ط حروفِ مقطّعات والی متعلقہ سورت میں ۲۸ بار ۳۱۴۵ بار آیا ہے یعنی

کل ۳۴۲ ہوا جو ۱۹ سے تقسیم ہوسکتا ہے اسی طرح الٓمٓ (جو پانچ سورتوں میں آیا ہے) کل مجموعہ الٓر کو علیحدہ علیحدہ جمع کرنے سے ۹۷۰۹ بنتا ہے جو ۱۹ سے تقسیم ہوتا ہے علیٰ ھٰذا لقیاس۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "ہر کتاب میں ایک راز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا راز حروفِ مقطعات ہیں۔"

امام شعبی کا قول ہے کہ "حروفِ مقطعات قرآن کریم کے اسرار ہیں۔"

جو کچھ اوپر گزرا۔ اس کو سامنے رکھا جائے تو تنہا یہی انکشاف کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا ہر لفظ جتنی بار قرآن مجید میں آیا ہے وہ عدد ۱۹ سے تقسیم ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم کی لفظی ترکیبات کے اعجاز کا ایک روشن ثبوت ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے سے قرآنِ حکم کے تفصیلی مُطالعہ سے ۱۹ کے عدد کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور یہ عدد خیر و برکت کا سرچشمہ معلوم ہوتا ہے اگر مسلمان اس عدد کو نیک شگونی اور برکت کی علامت تصور کریں تو ان کو یہ حق پہنچتا ہے۔ (ڈاکٹر ارشاد خلیفہ)

خدا تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کو من وعن قیامت تک محفوظ رکھنے کی جو یقین دہانی کرائی ہے کمپیوٹر کے ان حسابات سے اس کی بھی تصدیق ہوتی ہے اور اگر کوئی بد باطن قرآن میں کسی قسم کی تحریف کا مرتکب ہوگا تو خود کمپیوٹر اس کی تردید کرنے کو موجود ہے۔ قرآن کی حقانیت کا یہ بھی ناقابلِ تردید ثبوت ہے جو جدید سائنس کے حوالے سے دنیا کے سامنے آیا ہے۔ ویسے لاکھوں حفاظ تو پہلے اسی الہامی کتاب کی دلیل ہیں۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ سنیئے۔ مصری عالم محمد فواد عبدالباقی کی تصنیف

"المعجم الفھرس لالفاظ القرآن کریم"

ڈاکٹر ارشاد خلیفہ کی نظروں سے گزری اور ڈاکٹر صاحب کے اکثر انکشافات کی تصدیق اس طرح ہوئی۔ لیکن ایک جگہ لفظ "اللہ" کے بارے میں لکھا تھا کہ ضمّہ کے ساتھ یہ ۹۸۰ بار اور فتحہ کے ساتھ ۵۹۲ بار اور کسرہ کے ساتھ ۱۱۲۵ بار آیا ہے اور اس سے کل مجموعہ ۲۶۹۷ بنتا ہے۔

ادھر ڈاکٹر صاحب کا کمپیوٹر یہ تعداد ۲۶۹۸ بتا رہا تھا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ المعجم کے

مؤلف سے سہواً ایک مقام پر اللہ کسرہ کے ساتھ چھوٹ گیا تھا انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے لفظ اللہ شمار کرنے کے بجائے الحمدللہ سے شمار کیا تھا۔ یوں کمپیوٹر نے غلطی پکڑ لی اور ۲۶۹۸ صحیح عدد قرار پایا اور یہ ۱۹ سے پورا تقسیم ہوتا ہے بہرحال قرآن حکیم کی صداقت واضح ہوئی۔

مخبر صادق (ﷺ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دوزخ کے ۱۹ فرشتے ہیں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم ان فرشتوں سے ڈھال ہے۔ بسم اللہ شریف کے بھی ۱۹ حروف ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر حرف کو دوزخ کے ایک فرشتے سے بچنے کے لئے ڈھال بنادے گا۔

آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا جو شخص زمین سے ایسے کاغذ کو ادب کی نیت سے اٹھائے کہ کہیں وہ پاؤں کے نیچے نہ آجائے جس پر بسم اللہ لکھی ہو تو اللہ کے ہاں اس کو صدیقوں میں لکھا جاتا ہے۔ اس کے والدین کا خواہ مشرک ہی ہوں عذاب ہلکا کردیا جاتا ہے۔ اسلئے حضور نبی کریم رؤف رحیم (ﷺ) نے ہدایت کی ہے کہ اس کو لکھا کرو۔ اور لکھتے وقت زبان سے بھی کہہ لیا کرو۔

کھڑے بیٹھے لیٹے آتے جاتے اور چڑھتے اترتے اس کی بہت تلاوت کرو جس شخص کے نامۂ اعمال میں قیامت کو بسم اللہ شریف کی تلاوت آٹھ سو بار لکھی ہوگی اور توحید و ربوبیّت پر اس کا ایمان ہوگا۔ اللہ عزوجل کا وعدہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ محض اتفاق ہے کہ بسم اللہ کی آیت کریمہ کے ہر لفظ کے قرآن حکیم میں مکرّرات کی تعداد اسی آیت کے حروف کی تعداد (۱۹) پر تقسیم ہوتی ہے۔ یہ احتمال دراصل بہت بعید ہے اور ناقابلِ قبول ہے اتفاق ایک بار ہوسکتا ہے دوبار ہوسکتا ہے زیادہ بار ہونا غیر قدرتی اور غیر فطرتی ہے آپ کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ احتمال کہ اس کے پہلے جملے کا ایک لفظ اتنی بار آیا ہوگا کہ اس کی مجموعی تعداد اس جملے کے حروف کی تعداد پر پوری تقسیم ہوجائے۔ یہ نہایت کمزور احتمال ہے۔ یہ آیت کریمہ چار الفاظ سے مرکب ہے اور ہر لفظ کے مکرّرات کے تعداد قرآنِ حکیم میں اس آیت کے الفاظ نہیں۔ بلکہ حروف کی تعداد پر منقسم ہوتی ہے یہ تحقیق نہ صرف یہ کہ قرآنِ مجید کے غیر انسانی ہونے کا مادی اور محسوس ثبوت پیش کرتی ہے بلکہ وہ اس ابدی حقیقت کی بھی شہادت دیتی ہے کہ دوسری آسمانی کتابوں کے برعکس قرآن حکیم ادنیٰ تحریف سے بھی محفوظ ہے اس کی ضمانت اس آیتِ شریفہ میں دی گئی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (حجر)

ترجمہ: ”(بیشک) ہم نے آپ پر یہ نصیحت کا کلام اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔“

آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور سورہ توبہ بغیر بسم اللہ کے ہے۔
باقی سب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی آیت موجود ہے۔ لیکن ۱۱۳ کی تعداد ۱۹ پر تقسیم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی قرآن کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔ سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے واقعے میں پوری بسم اللہ شریف موجود ہے لہٰذا تعداد ۱۱۴ ہوگئی اور یہ ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے جن کے دلوں میں ایمان کی حلاوت موجود ہے یہ دلائل ان کو ایمان کو تازہ کرنے کے لئے کافی ہیں اور جن بدبختوں نے اپنے سینوں میں پتھر کے دل پال رکھے ہیں ان کے حصے نامرادی اور خسران کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن مجید کا ایک عجیب معجزہ:

قرآن مجید میں متضاد مضامین برابر طور واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً:

حیات ۱۴۵ بار	موت بھی ۱۴۵ بار
دنیا ۱۱۵ بار	آخرت بھی ۱۱۵ بار
ملائکہ ۸۸ بار	شیاطین بھی ۸۸ بار
گرمی ۴۰ بار	سردی بھی ۴۰ بار

قرآن حکیم میں جو باتیں تعداد سے متعلق ہیں۔ مثلاً سات آسمان یا موسیٰ علیہ السّلام کے ذکر میں چالیس راتیں وغیرہ۔ ان سب باتوں کی تعداد ۲۸۵ ہے۔ اور یہ عدد ۱۹ پر ۹۵ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر آپ چاہیں کہ ان سب اعداد کا مجموعہ حاصل کریں۔
تو وہ ۱۵۵۵۹۱ بنتا ہے۔ اور یہ خود ۱۹ سے پورا پورا تقسیم ہوتا ہے۔
حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات سورۃ العلق کی ہیں جو پانچ آیتیں ہیں ان کے ۱۹ الفاظ ہیں۔ ۷۶ حروف اور ۷۶ کا عدد بھی ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔ سورۃ العلق کی کل آیات بھی ۱۹ ہیں اور آخر سے شمار کیا جائے تو یہ سورۃ انیسویں ہے۔

۱۹ عدد کا ایک اور کرشمہ :

سورئہ المدثر کلام پاک کی ۷۴ ویں سورت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے منکروں کو تنبیہ کی ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا

نہیں ہے تمہارے لئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے۔جس پر ۱۹ فرشتے مسلط ہیں۔

عام معنوں میں اس سے مراد جہنم کے ۱۹ فرشتے ہیں لہٰذا ۱۴۰۰ سال سے ۱۹ کا ہندسہ صرف ۹+۱۰ کا مجموعہ ہی سمجھا جاتا رہا ہے اس کا کوئی اور مفہوم تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی جب کہ جدید تحقیق کی رو سے کلام پاک میں ۱۹ کی حیرت انگیز قفل بندی کارفرما نظر آتی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔حال میں احمد دیدت نے اپنی تصنیف القرآن (آخری معجزہ) میں جو انگریزی زبان میں ڈربن سے شائع ہوئی ہے، ۱۹ کے ہندسے پر ہی تحقیق پیش کی ہے وہ نہایت انقلابی اور لاثانی ہے۔یہ حیرت انگیز انکشافات بغور مطالعہ سے کسی بھی منکر کو قرآن کی حقانیت کا قائل کر کے ایمان کی دولت سے بہرہ ور کرنے کے لئے خشتِ اول کا کام دے سکتا ہے کیونکہ علم ہندسہ پر سب کا اتفاق ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں ہوسکتا کہ ۹+۱۰ ہی ۱۹ ہوتے ہیں چونکہ کلام الٰہی ہر دور کے لئے ہے لہٰذا موجودہ سائنسی دور میں علمِ ہندسہ اور کمپیوٹر کی مدد سے قرآن کی حقانیت سمجھانے کا کوئی دوسرا مؤثر طریقہ نہیں ہوسکتا۔

دیدت کی بصیرت افروز تحقیق کے نتیجہ میں بڑی تعداد میں یورپ کے لوگ قرآن کی عظمت وحقانیت کے متعارف ہو کر حلقۂ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔یوں تو کلام پاک معجزہ ہی معجزہ ہے اور اس سلسلہ میں علماء اور محققین کی بے شمار ایمان افروز تصنیفات موجود ہیں اور کلام الٰہی ہر دور کے تقاضے پورے کرتا رہا ہے۔تاہم موجودہ دور میں جب کلام الٰہی کو کمپیوٹرائز کر کے سوال کیا گیا کہ اس کتاب کے اتفاقیہ تحریر ہونے کے کیا امکانات ہیں جس کے تانے بانے اور قفل بندی میں ۱۹ کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔تو جواب نکلا "قطعی ناممکن" درج ذیل سطور پر ۱۹ کے اعجاز کے مختلف پہلو اجاگر کرنا مطلوب ہے تاکہ یہ سرمۂ بصیرت کا کام دیں سکیں اور منکرین کو قرآن کی عظمت کا قائل کرسکیں۔یہ صرف ابتدا ہے ۱۹ سے تعلق رکھنے والے حقائق کی تلاش کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

سورۂ علق (۹۶) اس سورت میں پہلی پانچ آیت آنحضرت (ﷺ) پر غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔

اقراء باسم ــــــــــ علم الانسان مالم یعلم٥

پہلی وحی کی ان پانچ آیت کے الفاظ کو اگر شمار کریں تو ۱۹ ہوتے ہیں اور ان کی آیات کے حروف ۷۶ ہیں یعنی ۱۹ سے تقسیم ہوجاتے ہیں۔۷۶=۱۹x۴۔اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مزید ۱۴ آیات لائے جو اس سورت کا حصہ ہیں۔اسی طرح اسی سورت میں کل ۱۹ آیات ہوئیں پانچ پہلی وحی کی اور ۱۴ بعد کی۔۱۹=۴+۱۵۔حیرت ہے کہ ۱۹ کا ربط اس تنبیہہ کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے جو سورت ۷۴ آیت ۳۰ میں درج ہے علیه تسعة عشر وہ اس طرح کہ اس آیت (۳۰) کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے سورت ۹۶ کی بقایا ۱۴ آیات دیں اور اس طرح آیات کی کل تعداد ۱۹ کردی گئیں مزید ملاحظہ ہو کہ یہ ۹۶ سورۃ

کلام پاک کی کل ۱۱۴ سورتوں میں نیچے سے ۱۹ ویں ہے یعنی ۹۶۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰۔۔۔۔۱۱۲۔۱۱۳۔۱۱۴ اس سے اوپر تا ۹۵ جو سورتیں ہیں وہ بھی ۱۹ کا حاصل تقسیم ہیں۔

۹۵=۱۹x۵ مقام نظر ہے کہ سورۃ ۹۶ جو ابتدائی آیات کا مجموعہ ہے اس میں ۱۹ کا نظام یا قفل بندی حیرت انگیز طور پر کارفرما نظر آتی ہے۔ ۶ مرتبہ ۱۹ کی اس تکرار کو کیا اتفاق یا حادثہ قرار دیا جائے گا۔ کیا یہ کارفرمائی کسی انسانی کاوش کا نتیجہ نظر آتی ہے۔ کیا یہی ایک سورۃ اہل بصیرت کے لئے کلام الٰہی کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ شاید منکرین اور مادہ پرست کلی طور پر مطمئن نہ ہوں اور مزید انکشافات چاہتے ہوں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔کلام الٰہی کی ہر سورۃ سوائے توبہ کے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتی ہے اس کے حروف شمار کریں تو ۱۹ ہوتے ہیں"۔ بسم (۳) اللہ (۴) الرحمن (۶) الرحیم (۶)"=۱۹۔ لفظ اسم قرآن پاک میں ۱۹ مرتبہ آیا ہے۔ لفظ اللہ ۲۶۹۸ مرتبہ یہ تعداد بھی ۱۹ سے منقسم ہے۔ ۲۶۹۸=(۱۹x۱۴۲) الرحمان ۵۷ جگہ آیا ہے ۵۹=۱۹x۳۔ الرحیم ۱۱۴ مرتبہ۔ کلام پاک کی سورتیں بھی ۱۱۴۔ ۱۱۴=(۱۹x۶) اس مختصر کلام میں ۱۹ کی کارفرمائی اور تکرار حیرت انگیز ہے۔ غور کریں ۱۹ کا یہ حسابی اعجاز کسی انسان کے بس کی بات نظر آتی ہے یا اسے بھی محض اتفاق کہنے کی جسارت کی جائے گی۔ اب مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۱۴ سورتیں ہیں جو ۱۹ سے تقسیم ہوتی ہیں۔ ۱۱۴=۱۹x۶ جب کہ بسم اللہ ۱۱۳ جو ۱۹ سے منقسم نہیں ہوتیں ایک بسم اللہ کی کمی ہے دیکھیں سربسجود ہو جائیں کہ خالق قرآن نے اس ایک بسم اللہ کی کمی کو کس طرح پورا کر دیا۔ خود ہی مسئلہ پیدا کیا اور خود ہی انتہائی ماہرانہ انداز میں حل کر دیا۔ سورۃ النمل (۲۷) آیت ۲۹ میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا دعوت نامہ ملنے پر ملکہ بلقیس اپنے درباریوں سے یوں مخاطب ہوتی ہے اے درباریو! یہ حضرت سلیمان کا دعوت نامہ ہے جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے شروع ہوتا ہے۔۔۔۔۔دیکھیں کس خوبی سے ایک بسم اللہ کی کمی پوری کر دی اور بسم اللہ کی کل تعداد ۱۱۴ ہو گئی جو ۱۹ سے منقسم ہے۔

۱۱۴=۱۹x۶ ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے (علیہ تسعة عشر) ۱۹۔ مسلط و کارفرما ہیں۔

ہم نے ابھی تک کلام الٰہی کے حسابی اعجاز کا نہایت ابتدائی جائزہ لیا ہے۔ کسی انسان کے بس کی یہ بات نہیں کہ اس لاثانی کتاب کے لاتعداد اعجازات کا احاطہ کر سکے۔

قرآنِ پاک روئے زمین پر وہ واحد کتاب جس میں بہت سی سورتوں کے شروع میں مخفف حروف تحریر نظر آتے ہیں جنہیں عربی میں قطعات کہا جاتا ہے۔ بظاہر ان کے کوئی معنی نہیں ہیں جیسے (ا ل م یا ن یا ق) کلامِ پاک میں عربی حروف تہجی کے ۲۸ حروف میں سے آدھے یعنی ۱۴ حروف (ا۔ل۔م۔ر۔ك۔ه۔ی۔ع۔ص۔ط،س۔ق،ن اور ح) ۱۴ مختلف اشکال

میں(الم ۔حم۔ الرٰ۔المرٰ۔طٰس ۔طسم۔ یٰس ۔ کھیعص ۔المص۔ص۔ق۔حم عسق۔ن۔طٰہٰ)

۲۹ مختلف سورتوں کے شروع میں ثبت نظر آتے ہیں یہ کیوں ہیں اوران کا کیا مطلب ہے۔کسی کو نہیں معلوم۔ ہمیں اس بارے میں تردد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔لیکن اس حقیقت کو کیا کیا جائے کہ ان میں ۱۹ کی کارفرمائی ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔۱۴ حروف تہجی ہیں۔۱۴ اشکال ہیں اور ۲۹ سورتیں ہیں جن میں یہ موقطعات کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں ان تینوں کا مجموعہ ۲۹+۱۴+۱۴=۵۷ ہے جو ۱۹ سے تقسیم ہے،۵۷=۱۹x۳ اگر ان میں سے ایک بھی حرف کی کمی بیشی ہو جائے تو کلام پاک کی ۱۹ کے ساتھ ہم آہنگی یا قفل بندی برقرار نہیں رہتی۔مقام فکر ہے کہ کسی انسان کو آخر اس کی کیا ضرورت ہے کہ اس کی تصنیف علم ہندسہ کے ۱۹ شروع سے آخر تک مربوط وہم آہنگ رہے اور اگر دنیا بھر کے علماء اور ماہرین اکھٹے ہو کر ایسا کرنا بھی چاہیں تو اپنے آپ کو قاصر و حقیر محسوس کریں گے۔اب ان مختلف موقعطات کا اعجاز ملاحظہ ہو۔

ن۔موقطعات کی ۱۴ مختلف اشکال میں سے ۲ واحد ہیں (ن۔ق۔س) باقی ۱۱ جمع ہیں یعنی کئی حروف کا مجموعہ جیسے الــم۔طٰـــس ۔سورۃ ۶۸ القلم۔موقطعات کی وہ پہلی سورۃ ہے جو آنحضرت (ﷺ) پر نازل ہوئی جس میں ''ن'' سے ابتدا ہوتی ہے جیسا کہ ہم اب تک بارہا ۱۹ کا اعجاز دیکھ چکے ہیں کیوں نا اس سورۃ ۶۸ میں جو ''ن'' آتے ہیں انہیں خود شمار کر کے دیکھ لیا جائے۔اس پر صرف ۳/۴ منٹ صرف ہوں گے۔

آپ ایک روحانی مسرت محسوس کرتے ہوئے معلوم کریں گے کہ ان کی تعداد ۱۳۳ ہے اور یہ ۱۹ سے منقسم ہیں۔۱۳۳= ۱۹x۷ (علیہ تسعۃ عشر) ۱۹ مسلط و کارفرما ہیں۔

ق ۔سورۃ ''ق'' کلامِ الٰہی کی ۵۰ ویں سورۃ ہے ''ن'' کی طرح اس میں بھی ''ق'' اکیلا استعمال ہوتا ہے جب کہ سورۃ ۴۲ (الشعراء) میں سہ حرفی مجموعہ کے ساتھ آیا ہے یعنی عٓسٓقٓ ۔

ان دونوں سورتوں میں ''ق'' کی تعداد شمار کریں تو ہر سورۃ میں ق کی تعداد ۵۷ ملے گی جو ۱۹ سے منقسم ہیں۔۵۷=۱۹x۳۔ان دونوں سورتوں کے '' ق'' کو جمع کیا جائے تو تعداد ۱۱۴=۱۹x۶ ہر طرح ۱۹ مسلط ہے۔انسان کو حیرت ہوتی ہے کہ '' ق'' قرآن کا مظہر ہے قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ۱۱۴ '' ق'' یعنی ہر سورت کے لئے ایک '' ق'' ۔

سورۃ الشعراء ۵ حروف کے مجموعہ سے شروع ہوتی ہے (حم عٓسٓقٓ) اس سورۃ کے تمام حروف ح۔م۔ع۔س۔ق کو اگر شمار کریں تو کل تعداد ۵۷۰ ہوتی ہے یہ بھی ۱۹ سے منقسم ہے۔

۵۷۰=۱۹x۳۰ کیا اب بھی کوئی اس کو حادثہ یا عظیم اتفاق کہنے کی جرأت کرے گا۔

ســــورۃ ق کے فالتو '' ق'' کا مسئلہ۔خالقِ قرآن کا یہ ایک نادر روزگار شاہکار ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اس سورۃ کی

آیت ۱۴ میں لفظ "اخوان لوط" آتا ہے جب کہ اس سے پیشتر ۱۲ جگہ اس بدکار قوم کے لئے لفظ "قوم لوط" کا استعمال ہوا ہے شاید کلام پاک میں پہلا موقع ہے کہ قوم کی جگہ "اخوان" کا لفظ استعمال ہوا ہے آخر ایسا کیوں ہوا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ کیا فرق پڑتا اگر اخوان کا لفظ نہ آتا۔ تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ نظر آتی ہے کہ اگر یہاں بھی لفظ قوم ہوتا تو "ق" کی تعداد فالتو ہو جاتی۔ ۵۷ کی بجائے ۵۸ "ق" ہو جاتے اور یہ تعداد ۱۹ سے تقسیم نہیں ہو سکتی تھی اور اس طرح کلام پاک کا ۱۹ سے مسلسل ربط اور قفل بندی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا۔ خدا نے جو اس کی حفاظت کا خود جو ذمہ لیا ہے اس میں پہلا بال پڑ جاتا۔ لیکن خالق قرآن کو یہ کسی طرح منظور نہ ہو سکتا تھا لہٰذا کس حسن و خوبی سے انتہائی ماہرانہ اندازِ بیان کا استعمال کرتے ہوئے اور بغیر مطلب و معانی کی تبدیلی کے قوم کی جگہ لفظ اخوان کا ستعمال کیا گیا جس کی رو سے "ق" کی تعداد ۵۸ ہونے کے بجائے ۵۷ رہی تا کہ ۱۹ سے منقسم رہے۔

سورۃ "ص" یہ ۳۸ سورت ہے "ن" اور "ق" کی طرح اس سورۃ میں بھی "ص" اکیلا استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ "ص" سورۃ ۷ اور ۱۹ میں بھی دوسرے حروف کے ساتھ مل کر آیا ہے ان تینوں سورتوں میں "ص" کی کل تعداد ۱۵۲ ہے جو ۱۹ سے منقسم ہے۔ ۱۵۲=۱۹x۸ ان سورتوں میں "ص" حسب ذیل ہے۔

سورہ	حروف	مشترکہ	تعداد
۷	المص	ص	۹۸
۱۹	کھیعص	ص	۲۶
۳۸	ص	اکیلا	۲۸
۱۵۲=۱۹x۸=۱۵۲			

اب ذرا سورۃ ۷ اور ۱۹ میں جو حروف آئے ہیں ان کو شمار کریں تو کل تعداد ۱۹ سے برابر منقسم ملتی ہے۔

سورہ	حروف	تعداد
۷	ا	۲۵۷۲
۷	ل	۱۵۲۳
۷	م	۱۱۶۵

۷	ص	۹۸
۵۳۵۸		
۱۹x۲۸۲=۵۳۵۸		

سورہ	حروف	تعداد
۱۹	ک	۱۳۷
۱۹	ھ	۱۶۸
۱۹	ی	۳۴۵
۱۹	ع	۱۲۲
۱۹	ص	۲۶
۱۹x۴۲=۷۹۸		

کلام الٰہی میں ۱۹ کا یہ تانا بانا اور مربوط نظام کسی بھی انسان کو حیران وششدر کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی ص کے سلسلہ میں ایک اور عظیم شاہکار کا ملاحظہ ہو۔ خالق قرآن نے یہاں ص کے بارے میں ایک مسئلہ پیدا کیا اور پھر اسے اپنی حکمت کاملہ سے نہایت حسنِ خوبی کے ساتھ حل بھی کر دیا تا کہ واضح ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے کلام کی حفاظت کے سلسلہ میں کوئی مسئلہ پیدا ہونے کی صورت میں اسے حل کرنے پر بھی قادر ہے تا کہ ۱۹ کے مربوط نظام میں کوئی خلل نہ پڑ سکے۔

سورۃ ۷ کی آیت ۶۹ میں لفظ " بصطۃ " غور طلب ہے " ص " پر چھوٹا 'س' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں

'س' پڑھا جائے اور لکھا 'ص' سے جائے۔ عربی زبان میں یہ لفظ ہمیشہ 'س' سے ہی لکھا جاتا ہے یعنی بسطۃ۔ صرف یہی ایک موقع ہے جہاں اس کو "ص" سے لکھا گیا۔ اسی لفظ کو سورۃ ۲ آیت ۲۴۷ میں بھی 'س' سے تحریر کیا گیا ہے تو یہ فرق کیوں؟ ایک جگہ اس لفظ کو 'س' سے تحریر کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ 'ص' سے ظاہر ہے کہ کاتب وحی کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے جبرئیل علیہ السّلام کی ہدایت پر حکم دیا ہوگا کہ عام رواج کے برعکس اس لفظ کو اس جگہ 'ص' سے لکھا جائے نا کہ 'س' سے۔ لہٰذا ۱۴۰۰ سال سے صرف اسی سورت ۷ آیت ۶۹ میں بسطه کو 'ص' سے ہی بصطه تحریر کیا جاتا رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں آج تک کسی نے کوئی غلطی نہیں کی۔ دنیا کے کسی ملک کا قرآن دیکھیں سورت ۲ آیت ۲۴۷ میں 'س' سے اور سورۃ ۷ آیت ۶۹ میں 'ص' تحریر ملے گا۔ عربی زبان میں عام استعمال میں بھی 'س' ہی ہے۔ بہرحال اس کو 'س' سے لکھیں۔ یا ص سے تلفظ اور معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف اور صرف اس موقع پر آیت ۶۹ میں اس کو پہلی اور آخری بار 'س' کی بجائے 'ص' اور صرف اسی موقع پر آیت ۶۹ میں اس کو پہلی اور آخری بار 'ص' کی بجائے 'س' سے کیوں تحریر کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس جگہ اس لفظ کو 'س' سے بَسْطَة تحریر کیا جاتا تو اس سورۃ ۷ میں 'ص' کی تعداد ۹۸ کی بجائے ۹۷ ہو جاتی (ا) اور اس کو 'ص' کی باقی دو سورتوں یعنی ۱۹ اور ۳۸ میں 'ص' کی تعداد میں ۹۷ جمع کرنے سے کل تعداد ۱۵۱ ہو جاتی جو ۱۹ سے تقسیم نہیں ہوتے۔

سورۃ	تعداد	
۱۹	۲۶	
۳۸	۲۸	ایک 'ص' کی کمی واقع ہوتی ہے۔
۷	۹۷	
	۱۵۱	

اس ایک 'ص' کی کمی کو پورا کرنے کے لئے اس لفظ کو خالقِ قرآن نے 'ص' سے لکھنے کا حکم صادر کیا تاکہ کل تعداد ۱۵۲ ہو جائے اور ۱۹ سے ہم آہنگ رہے۔ ۱۵۲=۱۹x۸۔ یہ ایک ایسا عظیم اعجاز ہے جسے دیکھ کر انگشت بدنداں ہونا پڑتا ہے۔ اللہ اللہ ایک ایک لفظ اور حرف کو کس طرح ۱۹ کے حیرت انگیز نظام کے ساتھ مربوط رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

الـــم ۔ ال م ۸ سورتوں (۲، ۳، ۷، ۱۳، ۲۹ تا ۳۲) میں سورۃ کے شروع میں تحریر ملتی ہے۔ ان میں ان حروف کی کل تعداد ۲۶۶۷۶ ہے جو ۱۹ سے منقسم ہیں۔

۱۹x۱۴۰۴=۲۶۶۷۶

ایک اعتراض کا جواب:

بعض صاحبان اس بیان سے یہ وہم نہ کریں کہ اس سے فرقۂ بہائیہ کی تائید ہو جائے گی۔ جو کہ وہ ۱۹ عدد کو مقدس و متبرک سمجھتے ہیں۔ ہم عرض کریں گے کہ ہم نے یہ ۱۹ عدد حدیث شریف سے لیا ہے جو عمل حدیث شریف کے مطابق ہو اس پر

اعتراض کیوں؟ باقی رہا فرقہ بہائیہ کا عمل اس پر ہم نے ان کی تقلید نہیں کی۔ بلکہ ہم نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادِ گرامی پر عمل کیا اور درست کیا ہے اگر حدیث کے مطابق کوئی غیر عمل کرے تو اس سے ہمیں کیا نقصان ہے۔ یہ طریقہ غیر مسلم کو سمجھانے کے لئے آسانی دیتا ہے۔ اور جو عمل غیر مسلم کو سمجھانے کیلئے کام دے وہ عمل بلا نکیر جائز ہے یہ ۱۹ کا عدد رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقرر کردہ ہے۔ بہائی فرقہ نے اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادِ گرامی کے مطابق عمل کیا ہے تو وہ ان کی اپنی نیت۔ اگر کوئی اور مقصد ہے تو ہمیں اس سے کیا غرض۔ اگر معترض کا یہ طعنہ مان لیا جائے تو ہزاروں مسائل کو ترک کرنا پڑے گا۔ ہماری شریعت کے مطابق کئی بدمذاہب اور غلط عقیدے کے لوگ کام کرتے ہیں تو اس اعتراض کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر دین اسلام کی تائید میں کوئی امر نظر آجائے تو اس سے چشم پوشی کر لینی چاہیے۔ یہ چشم پوشی حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منشاء مبارک کے خلاف ہوگی۔ آپ کے دو فرامین یہاں پر قابل غور ہیں۔

الف)......قیامِ قیامت سے قبل تم اُن امورِ عظیمہ کو دیکھو گے جو کبھی نہ دیکھے نہ سوچے۔ (الفتن)

ب)......اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کرائے گا جو خود مسلمان نہ ہوں گے۔ (طبرانی)

چنانچہ کفار کے بنائے ہوئے کمپیوٹر سے قرآن مجید کی ترتیب و تنظیم واضح ہوتی ہے تو یہ اسلام کی تائید ہی ہے اور اس کا چرچا کرنا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ یہ کوئی نئی ایجاد نہیں ہے کہ اسے بدعت کہا جاسکے الفاظ و حروف تو اس دن سے ہی قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ جس دن الیوم اکملت لکم دینا۔

کا فرمان نازل ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کیونکہ مجسم قرآن ہیں آپ کو یہ سب کچھ بدرجہ اولیٰ معلوم تھا۔ کہ قرآن کی عددی ترکیب و ترتیب کیا ہے۔ زمانۂ نبوت کے مسلمانوں میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود ہی اسلام کی تمام ضروریات کو مان لینے کی دلیل تھا۔ آج کی طرح کے معترض تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے نہ ہی قرآن میں تحریف کے شبہات پیدا ہوتے تھے، اس لئے ان اعداد کی طرف اشارہ کافی تھا۔ اور حضور نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی بسم اللہ کے ۱۹ حروف ہیں اور دوزخ کے فرشتے ۱۹ ہیں جو اسے بہت زیادہ پڑھے اس کے لئے یہ دوزخ سے ڈھال ہے۔

تقریر اویسی غفرلہٗ:

اس طریقۂ کو نہ تو ہم نے معمولات میں داخل کیا ہے اور نہ ہی معجزہ کی دلیل بنایا ہے۔ یہ ایک حدیث نبوی کی وضاحت میں اضافہ کیا۔ اگر کوئی بدمذہب اپنے مذہب کی تائید سمجھتا ہے تو وہ جاہل ہے یا بے وقوف، اس طرح کے عجائبات تو ہمارے ہاں بے شمار ہیں۔ مثلاً گرونانک کے وہ اشعار جن میں ثابت ہے کہ ؎

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

وہ اشعار مع تشریح ملاحظہ ہو۔ گورونانک نے کہا۔

عدد گنو جب انچر کے کچھ چو گنے تا
دس ملاؤ پنج گن کا نو بیس بنا
باقی بچے جو نو گن کچھ دوان میں اور ملا
نانک ہر کے بچن سے محمد نام بنا

شرح:

آپ دنیا میں کسی حیوان، انسان، چرند، پرند، جاندار، بے جان غرض کسی شے کا نام لیجئے اس کے بحساب ابجد عدد نکالئے ۔ان عددوں کو چار گنا کر لیجئے اس میں دس ملا دیجئے پھر پانچ گنا کر لیجئے۔ اب بیس پر تقسیم کیجئے جو باقی بچے اسے نو گنا کر لیجئے اور اس میں دو جمع کیجئے نتیجہ میں ۹۲ کا ہندسہ برآمد ہوگا یہی اسم مبارک ''محمد'' کے عدد ہیں۔



طِبّی سائنس اور اسلام

اسلام دینِ فطرت ہے اس کے احکام جن میں عبادات اور معاملات سب شامل ہیں عین فطرت کے مطابق ہیں۔ جوں جوں آپ غور کریں یہ بات واضح ہوتی جائے گی۔ اس سلسلے میں ہماری تحقیق کے نتائج ذرا ملاحظہ فرمائیں:

جراثیم

آج کی سائنس نے خوردبینوں کی مدد سے اور دیگر ترکیبوں سے معلوم کیا ہے کہ نہایت ہی چھوٹے کرم جانداروں اور ان کی خوراکوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک قسم تو انسانی صحت کے لئے ضروری ہے جیسے دہی بنانے والے جراثیم یا سرکہ تیار کرنے والے کرم۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ کھانے کے ذریعے سے جو جراثیم ہمارے اندر داخل ہوتے ہیں ان سے حفاظت کی خاطر حضور علیہ السّلام نے ہدایت فرمائی ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے۔ اور اس وقت دھلے ہوئے ہاتھ کسی کپڑے یا تولیے سے مت پونچھیں۔ بلکہ اسی طرح کھانا کھالیں۔ کیوں کہ اگر آپ ہاتھ دھو کر کپڑے سے صاف کریں گے تو اس کپڑے سے جراثیم اور دیگر غیر خوراکی اجزاء پھر ہاتھ کو لگ جائیں گے۔ البتہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھوئیں تو صاف کپڑے سے پونچھ لیں یہ عمل صحت کے لئے مفید ہے۔ پھر بھی اس کو

ثواب کا باعث بھی بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم (ﷺ) کے حکم پر عمل دونوں جہانوں کی فلاح کا باعث ہوتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں برکت ہوتی ہے اور بعد میں ہاتھ دھونے سے غم دور ہوتے ہیں اور حضور اکرم (ﷺ) سے سچا کون ہوسکتا ہے۔ غم وفکر دور کرنے کا یہ کتنا سہل نسخہ ہے۔ میعادی بخار، پیچش، ہیضہ اور یرقان اور اس طرح کی دیگر بیماریاں جراثیم ہی سے فروغ پاتی ہیں۔ جب آپ ان عوارضات سے بچے رہیں گے تو غم وفکر قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے ایک اُمّی طبیب (ﷺ) نے روحانی اور جسمانی ہر طرح کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت اعلیٰ ہدایات فرمائی ہیں۔ مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل سب ہمارے فائدے ہی کی خاطر قرار دیا گیا ہے۔

برتن ڈھانپ کر رکھو اور مشکیزوں کے منہ بند کر کے رکھو۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر برتنوں میں نہ ڈالے جائیں۔ کھانے کی چیزوں میں پھونک نہ ماری جائے تاکہ منہ کے جراثیم کھانے میں نہ چلے جائیں۔ آپ (ﷺ) کھانے میں نہ پھونک مارتے تھے نہ کسی چیز میں اور نہ ہی برتن میں سانس لیتے تھے۔ منہ صاف رکھنے کے لئے مسواک کو سنت کا درجہ دیا اور مسواک کے ساتھ وضو یا غسل کا ثواب بے انداز بڑھ جاتا ہے۔ وضو حفظانِ صحت کے لئے ایک بے مثال عادت ہے۔ ہمارا جسم ایک قلعہ کی طرح ہے اس کے اندر داخل ہونے والے رخنوں میں جراثیم باآسانی آسکتے ہیں۔ یہ رخنے منہ، ناک اور کان ہیں جو جراثیم کی زد میں ہیں۔ جب دن میں پانچ بار وضو کیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت ہوگی اور بہت سے بیماریوں سے بچاؤ حاصل ہوگا۔

نماز

جسم کو صاف رکھنے اور طہارت کا حکم بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے اور طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔

اَلطَّهَارَةُ نِصْفُ الْاِيْمَانُ ۔

ہم غسل اور وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہوجاتے ہیں نماز جسم کو چاق و چوبند رکھنے اور اعصابی بیماریوں سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے۔ نماز پڑھنے والا جوڑوں کے درد بدہضمی سے محفوظ رہتا ہے۔ جدید سائنس نے دل کی بیماریوں کا باعث غذا کے ایک مادہ کولیسٹرول کو بتایا ہے۔ یہ چربی کی ایک قسم ہے جو دل کی شریانوں کے اندر جمع ہو کر خون کی گردش کو روک دیتی ہے اسی کو دل کا دورہ کہتے ہیں۔ نماز پڑھنے والے دل کے دوروں، فالج، قبل از وقت بڑھاپے اور ذیابیطس وغیرہ اور فشارِ خون (بلڈ پریشر) سے بہت حد تک بچے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان لکھتے ہیں کہ

عالم جوانی میں دل کا دورہ خطرناک ثابت ہوتا ہے کم عمر میں شریانیں تنگ ہونے کے باعث دل کے دورے پڑتے

ہیں۔اس لئے کہ نئی شریانیں نہیں نکل پاتیں۔جب کہ عالمِ پیری (بڑھاپے) میں دل کا دورہ زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔زیادہ عمر میں جوں جوں شریانیں تنگ ہوتی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ساتھ ساتھ ہی نئی شریانیں نکالنے کا بندوبست کرتا ہے جو بہ وقتِ ضرورت خون کی فراہمی میں ممد ومعاون ہوتی ہیں۔ اسے امدادی دورانِ خون (COLLATERAL CIRCULATION) کہاجاتا ہے۔جوانی میں شریانوں کی تنگی سے بچنے کے لئے نماز ایک بہترین ڈھال ہے کیونکہ متوازن ورزش ضروری ہے اور یہ ضرورت نماز پوری کرتی ہے۔ایسے فوائد نماز کے ضمنی فوائد ہیں۔خدا اور رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی علیحدہ حاصل ہوتی ہے۔دل کے دورہ کے بعد جونہی طبیب مریض کو چلنے پھرنے کی اجازت دے نماز قائم کرنی چاہیے اور آہستہ آہستہ نوافل بڑھانے چاہیے۔نماز کی دیگر حکمتوں میں یہ ہے کہ جس وقت پڑھنے والے کا معدہ خالی ہوتا ہے

(فجر وعصر) تو رکعتوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔اور جس وقت معدہ کھانے سے بھرا ہوتا ہے تو رکعتیں زیادہ ہوتی ہیں۔جیسے ظہر وعشاء خصوصاً رمضان میں افطار کے بعد بہت زیادہ کھانا کھایا جاتا ہے اس کے بعد تراویح اس کو ہضم کرتی ہے۔کیونکہ کھانے کے بعد خون میں کولیسٹرول (cholestrol) کا اضافہ ہوجاتا ہے اور حرکت کرنے ہی سے اسے کم کیا جاتا ہے کیا یہ سائنس نہیں ہے؟ کیا موجودہ دور نے حرکتِ قلب کا کوئی اس جیسا کئی پہلوؤں سے فائدہ پہنچانے والا حل پیش کیا ہے؟

نماز کو بالکل صحیح ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے گا تو اس کے فوائد حاصل ہونگے۔مطلب یہ ہے کہ رکوع کے اندر انسان کی کمر بالکل زمین کے سطح کے متوازی ہو۔سجدہ میں جانے سے پہلے ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے ضروری ہیں۔سجدہ کی حالت میں کہنیاں زمین سے نہیں چھونی چاہیے بلکہ صرف ہتھیلیوں پر بوجھ ڈالنے چاہیے اور ران کو پیٹ سے نہیں ملانا چاہیے اور پیشانی کو گھٹنوں سے دور زمین پر رکھنا ٹھیک ہے۔اب سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں زمین پر نہیں۔سلام پھیرتے وقت گردن کو مکمل طور پر موڑنا ضروری ہے۔

عورتوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ سجدہ میں گھٹنوں کو چھاتی کے ساتھ لگالیں۔یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے کا قدرتی علاج ہے۔دنیا کے تمام مشہور ڈاکٹر اس کی افادیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور اس سے اغراض اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے مترادف ہے۔

مسجد کی طرف چلنا

نماز باجماعت کے لئے دن میں پانچ بار مسجد کی طرف چلنا بھی جسم کی ورزش کا باعث ہے۔اور نماز کا انتظار اور خیال بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا بہترین مصرف ہے۔اس کا جواب ترقی یافتہ ممالک کے پاس بھی نہیں جہاں بوڑھوں کے لئے ادارے کھولے گئے ہیں اوران قیام گاہوں میں وہ بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں وقت گزارتے ہیں۔جب کہ ہمارے بزرگ اور بوڑھے بار بار مسجد میں جا کرایک اس طرح کا ذہنی سکون اوراطمینان حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔نماز باجماعت ہی کی برکت ہے کہ عمر رسیدہ اصحاب کومخصوص اقامت گاہوں سے بے نیاز کر دیا گیا ہے۔

ختنہ کرنا

ختنہ کرنے سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔اعضائے تناسل کا سرطان جومرد سے بیوی کوبھی لگ سکتا ہے ان اعضا کی سوزش،قلفہ یعنی فالتو کھال کا حشفہ کے ساتھ پیوست ہو جانا،جس سے پیشاب کرنے میں رکاوٹ آجاتی ہے۔یہ سب بیماریاں ختنہ نہ کرانے والوں کولاحق ہوتی ہے۔

طہارت

طہارت کے بیشمار فوائد ہیں۔جو حاجتِ ضروریہ کے بعد پانی کے ساتھ طہارت نہیں کرتے اور کاغذ استعمال کرتے ہیں ان میں متعدد بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔کاغذ کے اندر جو پھوک استعمال ہوتا ہے وہ نازک اعضاء کے لئے مضر ہوتا ہے۔مقعد کے قریب ایک بال ورپھوڑا (pilonadal sinus) نمودار ہو جاتا ہے جس کا علاج آپریشن ہے۔پیشاب کے راستوں اور گردوں میں پیپ پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں حتیٰ کے ان کے اثرات گردوں تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔اس لئے اسلامی سائنس کا یہ بہترین اصول ہے کہ ہوسکے تو صاف مٹی کے ڈھیلے سے گندگی دُور کی جائے۔ورنہ وافر پانی کا استعمال کیا جائے۔

بیماریوں سے بچاؤ حاصل ہوگا اس طرح وضو بھی طہارت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ہوا زمین اور استعمال کی تمام دیگر اشیاء جراثیم سے بھری ہوتی ہیں۔اور انسانی جسم ایک قلعہ کی مانند ہے جس میں داخل ہونے کے سوراخ منہ،ناک،کان اور آنکھیں ہیں اور یہ ہروقت جراثیم کی زد میں رہتے ہیں۔وضو کی دولت ہمیں ان سے بچاتی ہے۔دن میں پانچ بار ہم ان کو دھوتے ہیں اور اس طرح جراثیم کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔اسلام نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس میں بھی بنی نوع انسان کیلئے بہتری ہے جانور ذبح کرنے کے ایسے طریقے بتائے ہیں کہ ان کا سارا خون نکل جائے۔خون اگر جسم کے اندر چلا جائے

تو کئی طرح سے نقصان دہ ہوتا ہے۔معدہ کے اندر جا کر انتڑیوں میں زہر بن جاتا ہے یہ کئی بیماریوں کا موجب بنتا ہے اس لئے خون پینا منع ہے۔خنزیر کا گوشت مرگی پیدا کرتا ہے اور اس میں چونکہ بہت زیادہ چربی ہوتی ہے اس لئے خون میں کولیسٹرول کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ سؤر کا گوشت کھانے والوں کو کینسر کی بیماری ہو جاتی ہے۔پھر شراب ہے جسے شراب خانہ خراب بھی کہتے ہیں جو واقعی تباہی کا منبع ہے۔سوزشِ معدہ،زخم معدہ،سوہضم،سرطان،معدہ،سوزشِ لبلبہ،خرابی جگر،استسقا اور دیگر دل کی بیماریاں شراب ہی سے سر اٹھاتی ہیں۔تہذیب جدید نے جتنی شراب کو لفٹ دی ہے اتنی ہی اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے دفعیہ کے لئے دوائیں ایجاد کی ہیں۔دوائی کی عادت خود ایک نشہ ہے گویا یہ ایک چکر ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔

الحمدللہ کہ ایک مسلمان کو ان قباحتوں اور علتوں سے کس طرح محفوظ رکھا جاتا ہے اور دین و دنیا کی لازوال نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ دینِ حق کی صحیح پیروی کریں اور خدا کی اس نعمت کی کماحقہٗ قدر کریں۔



اسلام اورجدید میڈیکل سائنس

لایبولن احدکم فی الماء الدائم ۔(بخاری،مسلم،ابوداؤد،ترمذی،نسائی)

ترجمہ: ”تم میں سے کوئی شخص ساکن پانی میں پیشاب نہ کرے“

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے غلاظت پھیلتی ہے اور اس میں مختلف قسم کے جراثیم پرورش پا کر مختلف بیماریاں پھیلاتے ہیں۔

من غسل میتاً فلیغتسل۔(مسند احمد)

ترجمہ: جو شخص میت کو غسل دے وہ خود بھی بعد میں غسل کرے۔

اس سے بھی متعدد امراض میں روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

اجعلوا الطریق سبعة اذرع۔(بخاری،ابوداؤد،ابن ماجہ)

ترجمہ: ”گلی کی چوڑائی (کم از کم) سات ہاتھ رکھو،حفظان صحت کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ گلیاں اور سڑکیں کشادہ ہوں تاکہ آمدورفت میں دشواری نہ ہو،تازہ ہوا اور دھوپ وافر مقدار میں سب کو میسر آسکے۔اس سے بھی بہت سے متعدی امراض

کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔دھوپ بہترین جراثیم کش ہے۔"

طاعون اوردوسری متعدی بیماریوں سے بچائو

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا:

واذاسمعتم باالطاعون بارضٍ فلاتدخلواعلیه واذا وقع وانتم بارض فلاتخرجوا منها ۔(نسائی)

ترجمہ: اگر تم کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر اس جگہ موجود ہو تو پھر وہاں سے نکل کر کسی دوسرے مقام کا رخ نہ کرو۔

ایک دوسری حدیث مبارک میں رسول اللہ (ﷺ) نے اس گاؤں یا بستی سے جس میں کوئی وبا پھوٹ پڑے وہاں سے نکل کر کسی دوسرے مقام کا رخ کرنے سے سخت منع فرمایا۔

وبائی بیماریوں سے بچاؤ کا اس سے بہتر اصول ابھی تک وضع نہیں کیا جاسکا اس لئے دنیا میں بین الاقوامی قانون (International Law) ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے مختلف وبائی بیماریوں کے ٹیکے (Vaccination) وغیرہ لگوانے پڑتے ہیں اور اگر کسی ملک میں وبائی امراض پھوٹ پڑے تو دوسرے ممالک اس ملک کے شہریوں پر اپنے ملک میں داخلے کی پابندی لگا دیتے ہیں۔

جذام (Lapers) سے بچاؤ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا:

اتقوالمجذوم کما تتقوا الاسد ۔(بخاری)

ترجمہ: کوڑھی سے ڈرو جیسے شیر سے ڈرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا جب کسی کوڑھی سے بات کرو تو اپنے اور اس کے درمیان کم از کم دو تیروں کا فاصلہ رکھو۔

جدید میڈیکل سائنس کو حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ کوڑھ کا مرض چھوت سے پھیلتا ہے اور اس کی روک تھام کے لئے ڈاکٹر صاحبان تندرست انسانوں کو ان سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں، انگریزوں نے جذام کے چھوت سے بچاؤ کے لئے جذامی قانون (Lepers'act) نافذ کیا تھا جس کی رو سے کوئی کوڑھی ریل یا بس میں سفر نہیں کرسکتا۔"

حضرت عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہیں کہ حضور (ﷺ) نے مدینہ منورہ میں تمام آوارہ کتے ہلاک کردینے کا حکم

صادر فرمایا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کتے کو نجس قرار دیا اسے گھروں میں رکھنے سے منع فرمایا۔ جس شکار کو کتا منہ لگادے اس کو کھانے سے منع فرمایا، جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے سات بار دھوئے بغیر ناپاک قرار دیا، کتے کے لعاب دہن کو نجس قرار دیا۔

ہمارے بڑے بڑے شہروں میں کتے مار مہم شروع ہوئے تیس برس ہوئے ہونگے۔ پھر جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ باؤلے کتے کے کاٹنے سے جو بیماری (Rabies) ہوتی ہے اس کے جراثیم کتے کے لعاب دہن میں ہوتے ہیں۔"

دانتوں اور منہ کی صفائی

من اکل فلیتخلل۔ (دارمی)

ترجمہ: جو شخص کھانا کھائے اسے خلال کرنا چاہیے۔

طھروا افواھکم۔ (بزاز)

ترجمہ: اپنا منہ صاف رکھو۔

لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: اگر میں اپنی امت پر دشواری نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

کان النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یستاک عرضًا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) عرضاً مسواک کیا کرتے تھے۔

پیٹ کی اکثر بیماریاں، دانتوں کی بیشتر بیماریاں، منہ کی چند بیماریاں، کھانے کے بعد منہ اور دانت اچھی طرح صاف نہ کرنے سے ہوتی ہیں۔

کھانے کے بعد دانتوں میں کھانے کے چھوٹے چھوٹے ذرے پھنس جاتے ہیں اگر انہیں خلال کر کے یا دانتوں کی اچھی طرح صفائی کر کے نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں میں سڑ جاتے ہیں اور ان میں مختلف جراثیم پرورش پانے لگتے ہیں اور دانتوں میں سے خون آنے لگتا ہے اور ان میں پائیوریا، مالخیورہ وغیرہ کی شکایت ہوجاتی ہے، دانتوں کو کیڑا لگ جاتا ہے منہ پک جاتا ہے، گندے اور پیلے دانت بدنما بھی لگتے ہیں۔ منہ سے بدبو بھی آنے لگتی ہے اس شخص کا کسی محفل میں بیٹھنا دشوار ہوجاتا ہے۔

جدید میڈیکل سائنس نے حال ہی میں معلوم کیا ہے کہ دانتوں کا برش یا مسواک عرضًا کرنی چاہیئے، طولاً مسواک یا دانتوں کا برش کرنے کے کئی نقصانات ہیں اس لئے اب ڈاکٹر صاحبان بھی عرضاً کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اس کی مزید تحقیق طبی سائنس اور علمی شرعی فقیر کے دو رسالے (۱) ٹوتھ پیسٹ اور مسواک (۲) فضائل وفوائد مسوک

پڑھیے۔

گوشت اور اسلام

حضور سرورِ عالم (ﷺ) نے فرمایا:

''تمہارے لئے گائے کا دودھ ہے چونکہ یہ ہر قسم کے درختوں سے کھاتی ہے اس لیے اس میں شفا ہے اسکا مکھن عمدہ دوا ہے لیکن اس کا گوشت بیماری ہے۔'' (ابو نعیم، ابن السنی)

نبی کریم (ﷺ) نے اپنی حیات مطہرہ کے دوران متعدد اقسام کے گوشت تناول فرمائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ خرگوش کھایا۔ مرغ کھانے کا ثبوت بھی موجود ہے لیکن گائے کے گوشت کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے دسترخوان پر گائے کا گوشت کھایا اور جب اس دوران حضور نبی کریم (ﷺ) تشریف لائے تو آپ نے ان کو منع نہ کیا لیکن خود گائے کا گوشت کھانا پسند نہ فرمایا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرندے اور مچھلی کے گوشت کی تعریف کیوں کی گئی اور گائے کے گوشت کو ناپسند فرمایا گیا۔ نبی پاک (ﷺ) خود گوشت لاتے اور اسی پسند کا اظہار فرماتے تو ہمیشہ اس کے مقابلے میں چوپایوں میں چربی گوشت کے ریشوں کے درمیان پائی جاتی ہے اس لئے اگر کوئی چاہے کہ وہ گوشت سے چربی کو علیحدہ کر لے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ چربی کا ایک حصہ گوشت کی تہوں کے اندر ہوتا ہے اور اس طرح چوپائے کا گوشت کھانے والا اس کے ساتھ چربی کھانے پر مجبور ہے یہی وجہ ہے کی نبی (ﷺ) نے بکری کے گوشت کے سب سے کم چکنے حصے بونگ ہی کو ہمیشہ پسند فرمایا اور غالباً گائے کے گوشت کو ناپسند فرمانے کی یہی وجہ ہے۔

احادیث کا مطالعہ کریں تو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی (ﷺ) کو چکنائی بطور خوراک پسند نہ تھی اور آپ ایسی کوئی خوراک استعمال نہ فرماتے تھے جس میں چکنائی زیادہ ہو۔ کیونکہ چکنائی کی زیادتی انسانی صحت کے لئے مضر ہے۔ چکنائی حیوانی اور نباتاتی ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ حیوانی ذریعہ سے حاصل ہونے والی چکنائیاں دل کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں اور خون کو نالیوں کی وسعت کو کم کرتی ہیں اس لیے حیوانی ذریعہ سے حاصل کردہ چکنائیاں استعمال کرنے والے اشخاص صحت مند نہیں رہتے۔ جب کہ نباتاتی ذریعہ کی چکنائیاں نقصان دہ نہیں ہوتیں اس لئے نبی اکرم (ﷺ) نے نباتاتی ذریعہ سے حاصل ہونے والی چکنائی یعنی زیتون کے تیل کو پسند فرمایا۔



مسلمان کے سائنس پر احسان

صرف دعووں سے کام نہیں بنتا جب تک حقیقت سے آگاہی نہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ سائنس پر مسلمانوں کا بڑا احسان ہے فقیر کے معروضِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

جس وقت یورپ جہالت اور پستی کے اندھیروں میں دم توڑ رہا تھا اس وقت اسلامی اسپین اور بغداد علوم وفنون کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ جہاں سے سائنس، فلسفہ، علم کیمیا، تاریخ اور جغرافیہ کے علوم رفتہ رفتہ ساری دنیا میں پھیلتے چلے جا رہے تھے غرض یہ کہ ایشیائے کوچک سے لے کر اسلامی اسپین تک علم کی شمعیں روشن تھیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کہ نیشاپور میں یونانی فلسفہ کا مطالعہ شروع ہو گیا تھا۔

مسلمان صرف سیاست اور تمدن اور تہذیب کے معاملہ ہی میں دنیا کی رہنمائی نہیں کر رہے تھے بلکہ مسلمانوں نے آٹھویں صدی عیسوی سے قبل ہی سائنس میں نئی نئی دریافتیں کر لی تھیں جن سے کہ بعد کے زمانہ میں اہل یورپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

نویں صدی عیسوی میں......عربوں نے طب میں بھی بڑی ترقی کر لی تھی۔ جالینوس کی کتابوں کے ترجمے ہو رہے تھے اور لوگ ان کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ دوا سازی میں بھی نئے نئے مشاہدات عمل میں آ رہے تھے جس کے نتائج کو عربوں نے شائع کر دیا تھا۔ ادویہ سازی کے علاوہ دھاتوں کو گلانے اور انہیں مختلف شکلوں میں ڈھالنے میں بھی عرب اور ایشیا کے باشندے قادر تھے۔

عربوں نے کیمیا کا علم نیشاپور اور اسکندریہ کی یونانی کتابوں سے حاصل کیا۔ کیمیا کا مقصد ارزاں دھاتوں سے سونا چاندی بنانا تھا یا آبِ حیات کی تلاش تھی، جس کے پی لینے سے انسان کو حیاتِ طویل حاصل ہو سکے اور بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کیا جا سکے۔ مدتوں تک عربوں کے ماہرین کیمیا اس نادر شے کی جستجو میں سرگرداں رہے لیکن بعد میں ان کے ایک ہوشمند طبقہ نے کیمیا کو کیمسٹری کی شکل میں تبدیل کر دیا یعنی اشیاء کی ماہیئت معلوم کرنے کے بعد وہ ان سے جادو اثر دوائیں تیار کرنے لگے۔ کیمسٹری میں اسپین کے مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی۔

عرب کا سب سے مشہور کیمیا دان اور کیمسٹ ابو موسیٰ جابر بن حیان تھا۔ ۷۶۷ء میں وہ اپنی شہرت کے عروج پر تھا۔ یہ بہت سے کتابوں کا مصنف بھی ہے جو لاطینی اور کئی یورپین زبانوں میں شائع ہوئی ہیں۔ یورپ میں ان تصنیفوں کو کسی غیر معروف شخص گیبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے، لیکن دراصل گیبر، جابر ہی کا بگڑا ہوا نام ہے۔ جابر کی تصنیفات یہ بتاتی ہیں کہ وہ ایک بے مثال کیمسٹ تھا۔ جابر (کالا سنکھیا) اور اینٹمونی (ایک قسم کی دھات Antimony) کو ان کے مرکبات سے علیحدہ

کرنے کی ترکیب جانتا تھا۔ چمڑے کی دباغت کے فن کو بھی اس نے ترقی دی تھی۔

نویں صدی عیسوی میں عربوں کی سرگرمی بڑھ گئی اور سرعت کے ساتھ غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمے ہونے لگے۔ اقلیدس اور بطلیموس کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ بطلیموس نے فلکیات پر ایک کتاب لکھی تھی، اس کا ترجمہ علی حزین نے کیا تھا اسی زمانہ میں عربی ہندسوں کی ایجاد بھی ہوئی۔ رفتہ رفتہ عربی ہندسوں نے رومن ہندسوں کی جگہ لے لی، ہندسوں کا پہلا استعمال ہسپانیہ میں ۹۷۶ء میں ہوا۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ صفر کا نشان بھی عربوں کی ایجاد ہے جو بگڑ کر انگریزی زبان میں ''سائفر'' بن گیا ہے چنانچہ نویں صدی عیسویں سے قبل صفر کے لیے کوئی خاص نشان نہ تھا۔

فلکیات پر بطلیموس کی جس کتاب کا شہرہ تھا۔ اس سے مسلمانوں میں فلکیات کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا چنانچہ محمد البطانی نے انطاکیہ میں ایک رصدگاہ قائم کی، اور مشاہدوں کے بعد کارآمد معلومات کا ایک ذخیرہ شائع کیا اور ۱۰۰۲ء میں علم مثلث میں عربوں نے کافی ترقی کی۔ ابنِ یونس اس علم کا ماہر تھا اور علم فلکیات میں تو اس کا درجہ مشاہیر میں شمار کیا جاتا ہے۔ قاہرہ میں اس نے سورج اور چاند گرہن کا مطالعہ کیا اور اس کی علمی کاوشوں میں فرمانروائے مصر الحاکم بامر اللہ نے دل کھول کر ہمت افزائی کی۔ طبابت بھی علم سائنس کا ایک نہایت اہم حصہ ہے جس میں کہ مسلمانوں نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں اور اہل یورپ نے اس فن میں بھی مسلمانوں سے استفادہ کیا ہے۔ دسویں صدی میں ابوبکر الرازی مشہور ایرانی طبیب گزرا ہے وہ بغداد میں مطب کرتا تھا۔ یہ بہت سی ضخیم کتابوں کا مصنف ہے جس میں سے ایک کتاب چیچک پر بھی لکھی گئی تھی یہ کتاب چیچک کے مرض پر پہلی تحقیق تھی جو اس زمانے میں بہت مشہور تھی۔ ابوبکر زمانہ وسطیٰ کا سب سے بڑا طبیب مانا جاتا ہے وہ کیمسٹری سے بھی واقف تھا اور کسی قدر طبیعات پر بھی اسے عبور حاصل تھا۔

مسئلہ نور پر علی حزین کی کتاب سب سے زیادہ مستند مانی جاتی تھی۔ اس کا ۱۲۷۰ء میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ویٹلو نے ترجمہ کیا تھا جسے الیف ریریرنے ۱۵۷۲ء میں شائع کیا تھا جومیٹری پر بھی علی حزین نے کئی نہایت مستند کتابیں لکھی ہیں ان کتابوں کو اے سیدیلوف نے پیرس میں ۱۸۳۴ء میں دیکھا تھا اور مسودے بوڈلیئن لائبریری آکسفورڈ اور لندن لائبریری میں موجود ہیں۔ علی حزین یورپ میں پانچ سو برس تک مسئلہ نور کا واحد ماہر مانا جاتا رہا ہے اور اہل یورپ صدیوں تک اس کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔

مشہور حکیم اور فلسفی ابن سینا علی حزین کا ہم عصر تھا۔ ۹۷۰ء میں بخارا میں پیدا ہوا تھا اور ۱۰۳۷ء تک زندہ رہا۔ علم طب پر ابن سینا کی کتاب شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب یورپین یونیورسٹی کے نصاب میں صدیوں تک داخل رہی ہے۔ ۱۶۵۰ء تک یہ کتاب بلجیئم اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔

علی حزیں کا دوسرا اہم عصر البیرونی (۹۷۲ء-۱۰۴۸ء) فلسفہ، جغرافیہ اور فلکیات کا ماہر تھا مگر فلکیات میں اس کا درجہ ابن یونس کے برابر نہ تھا۔ البیرونی نے بہت سے مقامات کا طول البلد اور عرض البلد دریافت کیا اور علم جغرافیہ کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ہندوستان کے اکثر حصوں کی اس نے مفصل کیفیت بیان کی ہے۔

عربی سے لاطینی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کا کام ۱۱۲۵ء سے ۱۲۸۰ء تک بڑی مستعدی سے ہسپانیہ میں ہوتا رہا۔ جنوبی اٹلی اور سسلی کے باشندوں نے اس علمی کام میں بڑی مستعدی سے مدد کی۔ قسطنطنیہ سے تجارتی اور سیاسی تعلقات ہونے کی بدولت اٹلی میں عربی سے ترجمہ کرنے میں بہت سی آسانیاں پیدا ہوئیں۔ مشہور فلسفی اور شاعر عمر خیام نے گیارہویں صدی عیسوی میں جبر و مقابلے پر ایک مفید کتاب لکھی۔ عمر خیام کو فلکیات میں بھی دخل تھا اس کی کتاب کا لاطینی اور دوسری یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوا اور مدتوں اہل یورپ عمر خیام کی کتاب سے فائدہ حاصل کرتے رہے۔ مختصر یہ ہے سائنس اور علوم وفنون کی ترقی میں مسلمانوں نے جو رہنمائی کی ہے اسے کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور آج مسلمانوں کے قائم کیے ہوئے انہیں نقوش پر چل کر دنیا ترقی کر رہی ہے۔

فرانس کا نامور مورخ ''موسیو سیدیو'' خود اس بات کا معترف ہے کہ یورپ میں علم کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی چنانچہ وہ اپنی کتاب ''تاریخ ادب'' میں لکھتا ہے:

''اگر اسپین کے مسلمانوں نے سائنس اور دیگر علوم سے اہل یورپ کو آشنا نہ کیا ہوتا تو ابھی یورپ زمانہ دراز تک پستی میں پڑا رہتا۔''

اس سے مزید فقیر نے اپنی تصنیف ''مسلمان سائنسدان'' میں تفصیل لکھی ہے۔

(الحمدللہ علیٰ ذالک)

☆☆☆☆☆☆☆

سائنس میں مسلمانوں کے کارنامے

سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل ایک ضروری بات ذہن نشین کر لیں کہ قدیم تہذیبوں میں علم کو محدود کر دیا گیا تھا۔ ایک خاص طبقہ نے جو دربار حکومت سے وابستہ تھا۔ علم پر اجارہ داری قائم کر لی تھی۔ اس طرح ایک کثیر تعداد جو علم حاصل کر کے اس میں کمال پیدا کر سکتی تھی اس دولت سے محروم ہو گئی۔ لیکن مسلمانوں کا گروہ وہ واحد جماعت ہے جو ایک ابتدائی دور سے ہی تعلیم سے وابستہ رہا اور رب واحد کی پہلی وحی میں اقراء کا حکم تھا اس طرح نظامِ کائنات میں تغیر، دن رات کا بننا، آسمان وزمین کی پیدائش وہ باتیں ہیں جسے اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا گیا۔ ان

تمام باتوں کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

سائنسی ترقی میں مسلمانوں کا عظیم حصہ ہے جس کو ذیل میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

علم طِب

خون کی گردش کے متعلق علی بن عباس کی کتاب "الکتاب الحکمی" میں شریانوں اور وریدوں پر بحث کی گئی نیز دورانِ خون کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح ابوبکر زکریا رازی کی مشہور تصنیف "الہادی" انسان کی بیماریوں سے متعلق بہترین معلومات فراہم کرتی ہے۔ رازی نے اس کے علاوہ کئی رسائل بھی علمِ طب پر لکھے۔

کیمیا اور کیمیاگری

آٹھویں صدی عیسوی میں جابر بن حیان تاریخی علم کیمیا کی ایک مشہور شخصیت ہے اس نے سنکھیا اور سرمہ بنانے کا فارمولہ ایجاد کیا۔ زنگ آلودہ دھاتوں کو اپنی اصلی حالت میں لانا جو ایک خاص کیمیائی عمل ہے اس کے لئے معمولی سا کام تھا۔ کھالوں اور کپڑوں کو رنگنا اس کو بہتر طریقے سے آتا تھا۔ نویں صدی میں جابر بن حیان نے علمِ کیمیا کے ناخداؤں میں دھوم مچادی اور تبخیر تقطیر تقشیف اور قلم بنانے کے طریقوں کی وضاحت کر کے کیمیا دانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا یہی طریقے موجودہ کیمیا میں رائج ہیں۔ وہ محلول جس میں سونا چاندی باآسانی حل ہو جاتا ہے (شاہِ عرق) بنانے میں مہارت رکھتا تھا۔ زکریا رازی علم طب کے ساتھ علم کیمیا میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کیمیائی اشیاء کی تقسیم اور کیمیائی تامل کے سامان کا ذکر اپنے کئی رسالوں میں کیا ہے۔

ریاضی

ریاضی میں موسیٰ الخوارزمی نے پہلے اور دوسرے درجے کی مساوات کا ذکر کیا۔ اُس کی کتاب "الجبر والمقابلہ" مغرب میں ترجمہ ہو کر ریاضی دانوں کے پاس پہنچی جنہوں نے اس سے خاطر خواہ افادہ حاصل کیا۔ الجبرائی مغرب اور تقسیم کے طریقوں نیز رقبوں کی پیمائش کے متعلق مفید معلومات فراہم کیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لامنتہا مقداروں پر بحث کی۔ عمر خیام نے تیسرے درجہ کی مساوات حل کی اس کے علاوہ اس نے جیومیٹری اور الجبرائی جیومیٹری کے علم میں قابل تعریف کام کیا۔ "علم مثلث" میں نصیرالدین مہارت رکھتے تھے۔ البیطانی نے ٹینجنٹ سائنس TENGENT پیرابولا اور کوٹینجنٹ کے استعمال کا طریقہ رائج کیا نیز رقبہ کی تحقیق اس کے ذریعے سے ہوئی۔

هیئت اور فلکیات

ہیئت اور فلکیات کا علم خلیفہ بن مامون کے زمانے میں زمین کا محیط اور قطر معلوم کرنے کی غرض سے الخوارزمی کی قیادت میں دو جماعتیں متعین کی گئی تھیں جس نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ سورج کی بلندی اور شمسی سال کی لمبائی معلوم کرنے میں ''سابق بن فرج'' کا نام لیا جاتا ہے البیطان نے چاند کے نکلنے اور چاند گرہن کی بہترین تشریحات کی جس سے متاثر ہو کر کوپرنیکس نے اپنی کتاب میں البیطانی کی کتاب کے حوالہ جات نقل کیے۔ عمر خیام نے ایک کیلنڈر تیار کیا جو ''التاریخ الجلالی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اپنی قریبی درسگاہ میں وہ فلکیات سے متعلق معلومات کے لئے مصروف رہتا تھا۔

طبیعات

اونچائی سے گرتی ہوئی چیزوں کی حرکت کا مشاہدہ اور اس کا اصول دریافت کرنے کی کوشش القندی نے کی جس کی بدولت گلیلیو کو قانون حرکت معلوم کرنے میں مدد ملی۔ انعکاس نور کے قانون پر اسے خاص مہارت حاصل تھی۔

میکانیات

میکینکس میں مہارت رکھنے والے سائنسدانوں میں موسیٰ بن شاکر کے تین لڑکے احمد، محمد اور حسن مشہور ہیں۔ نویں عیسوی میں انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جس میں کئی قسم کی مشینوں کی ایجاد کا ذکر تھا۔

سائنسدان رازی

میڈیکل سائنس کے موجد محی بن زکریا رازی ہیں جو دو سو کتب کے مصنف تھے۔ انہوں نے چیچک، خسرہ پر کتب لکھیں۔ یعقوب کندی نے بھی ۱۸۵۰ء میں سائنس پر پچیس کتب لکھیں۔ ابنِ سینا نے ۹۸۰ء سے ۱۰۲۸ء کے دوران ایک سو پندرہ کتابیں لکھیں جن میں سے کل کی کل نصاب میں شامل رہیں۔

جابر بن حیان علم کیمیا کا باوا آدم ہے۔ اس نے کیمیا پر ایک سو کتب لکھیں ان کے انگریزی، فرانسیسی اور لاطینی ترجمے کیے گئے۔ بحری جہاز کا قطب نما بھی عربوں کی ایجاد ہے۔

قرونِ اُولیٰ کے مسلمان صدیوں پہلے بارود استعمال کرتے تھے۔ توپ پہلے پہل افریقہ کے یعقوب نے ۱۲۰۵ء میں استعمال کی اور منجنیق بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ مسلمانوں نے شروع میں ہوائی جہاز غبارہ کی شکل میں ایجاد کیا۔ بقول زیوران اسپین کے مسلمانوں نے تین چیزیں ایجاد کیں، اول عینک کا شیشہ، دوم ناپنے کی گھڑی جو کھیلوں کے لئے استعمال ہوتی تھی، سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑتی تھی۔ ملک امریکہ کی دریافت کا سہرا بھی عربوں کے سر ہے کیونکہ جب کولمبس کا جہاز امریکہ پہنچا

تو وہاں ایک بستی میں عرب آباد تھے جو عربی زبان بولتے تھے۔ یورپین مسلم خالد شیلڈرک پہلے پہل عربوں نے چین کی طرح ریشم سے کاغذ تیار کیا جب کہ باقاعدہ کاغذ سازی کا کارخانہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ ۷۹۴ء میں بغداد میں لگایا گیا۔ اسی طرح کئی ایجادات ہیں۔ تفصیل کے لئے فقیر کی تصنیف ''مسلمانوں کے اہلِ مغرب پر احسانات'' پڑھئے۔

ازالۂ وھم:

بے خبر لوگ سائنس کو یورپ کا مرہونِ منت سمجھتے ہیں درحقیقت یہ غلط ہے اور سائنس پر مسلمانوں کے بڑے احسانات ہیں اور یورپ جسے ہم سائنس کی ماں سمجھتے ہیں یورپ نے یہ تمام علوم مسلمانوں سے سیکھے۔ لیکن افسوس اس بات پر کہ یورپ نے ان علوم میں ترقی جاری رکھی لیکن مسلمانوں کی ترقی پندرہویں صدی کے بعد رک گئی اور ہم سائنس میں پیچھے رہ گئے۔

بغداد قاہرہ اور قرطبہ اپنے اپنے زمانے میں علوم وفنون کے بڑے مرکز تھے اور یہ حقیقت ہے کہ یونانیوں نے طب ،فلکیات ،طبیعات ،جغرافیہ ،ریاضی ،علم ہندسہ اور علم کیمیا میں جو ترقی کی تھی اس کو مسلمانوں نے بہت کم آگے بڑھایا۔ فضا میں جو پرواز کرنے کی پہلی کوشش جس انسان نے کی وہ ہسپانیہ کا شہرۂ آفاق سائنس دان ابن فرناس تھا اور اس نے کافی بلندی تک پرواز کی تھی یہ نظریہ کہ جس چیز کو دیکھا جا رہا ہو اس سے روشنی کی شعاعیں نکل کر دیکھنے والے کی آنکھوں کی طرف آتی ہیں اور اس نظریہ نے خوردبین کیمرے اور عدسہ کی ایجاد میں راہ ہموار کی ،ایک مسلمان سائنسدان ابن الہیثم نے پیش کیا تھا۔

ابن نفیس نے مغرب کے محققوں سے کوئی تین سال پہلے پھیپھڑوں میں خون کا دوران دریافت کرلیا تھا۔ الرازی نے چیچک کے مرض پر اور اس کے علاج پر سب سے پہلی مستند کتاب لکھی۔ ابن سینا نے طب پر سب سے پہلی مکمل کتاب ''القانون فی الطب'' لکھی جو کئی سو سال تک یورپ کی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی رہی ،ابوالقاسم زہراول نے آلات ایجاد کئے۔

البیرونی نے ہی یہ دریافت کیا تھا کہ روشنی آواز سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے زمین کا گھیرنا پنے کا ایک نہایت آسان طریقہ نکالا تھا کہ زمین گول ہے اور سورج کے گرد گھومتی ہے۔ البیرونی نے بعد میں حساب لگا کر بتایا کر زمین کا نصف قطر ۶۳۳۸،۸۰ کلومیٹر ہے جدید انداز ۶۳۵۳،۹۸۵ کلومیٹر ہے یعنی البیرونی کے اندازہ اور صحیح قطر میں زمین کے صرف پندرہ کلومیٹر کا فرق ہے۔ البیرونی نے زمین کا گھیر ۳۹۸۶۹ کلومیٹر بتایا ہے جدید تحقیق کے اندازہ سے صرف ایک سو تیئس کلومیٹر کا فرق ہے۔

علم ریاضی کی ترقی میں مسلمانوں کا نمایاں ہاتھ ہے۔ الجبرے اور علم مثلث کی بنیاد انہوں نے ڈالی ،جفر بھی انہی کی اختراع ہے۔ اسی طرح ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی۔ ابوصلت نے ۱۱۳۴ء میں ایک ایسی مشین ایجاد کی جس کے ذریعہ ڈوبتے ہوئے جہاز باہر نکالے جاسکتے تھے ،اصطراب ستاروں کی بلندی کا تعین کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

جابر بن حیان عظیم سائنسدان نے چند دھاتوں کو پگھلا کر صاف کرنے، فولاد تیار کرنے چمڑے کمانے کپڑا رنگنے، لوہے کو زنگ سے بچانے اور حروف لکھنے کے طریقے ایجاد کیے تھے، اس طرح اس نے دو سے زائد چیزوں کو ملا کر نئی چیز اختراع کرنے کی بنیاد رکھی۔ اس علم کی بدولت کاغذ، چمڑے، ربڑ، تیل، پالش، سیمنٹ، فولاد وغیرہ کے کارخانے وجود میں آئے، صابن بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

تعصّب نہ ہوتو:

ہمارے دور میں قدر والوں کی بے قدری ایک بہترین مشغلہ ہے بلکہ بعض متعصب گروہ اسے خدمت اسلام سمجھتے ہیں اس کی وہ سزا پائیں گے۔ میرا اس وقت روئے سخن عاشقانِ سائنس سے ہے خواہ وہ کسی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں بلکہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم اگرچہ وہ دشمنانِ اسلام ہوں لیکن تعصب کی عینک اتار کر امام المسلمین اعلحضرت شاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سائنس کے بارے میں تصانیف وتحاریر پڑھ کر جواب دیں کہ سائنس پر مسلمانوں کا کتنا بڑا احسان ہے۔ فقیر بطور نمونہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا صرف ایک مضمون پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔



اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمة الله علیه طبیعات وکیمیا کی روشنی میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تین چوتھائی سے زائد تصانیف اب تک غیر طبع ہیں۔ طبع شدہ تصانیفِ دینی میں معمولی ساذکر طبیعات، کیمیا، فلکیات اور ریاضی کا ملتا ہے۔ اس مضمون کا تعلق چونکہ طبیعات وکیمیا سے ہے چنانچہ یہاں ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انہی علوم پر بحث کریں گے۔

طبیعات

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں طبیعات کی دو شاخوں پر کچھ ذکر موجود ہے۔ (۱) آواز (۲) نور یا روشنی۔

عبارت :

(۱) آواز (Sound) ملفوظات (حصہ اول) میں ہے آواز پہنچنے کے لئے ملأ فاضل میں تموج چاہیے۔ (ملفوظات حصہ اول۔ ص ۱۱۷ سطر ۲۰)

تبصرہ:

یہ گویا آواز کے نظریہ تموج کی تائید ہے یہ نظریہ گو یونانیوں نے ہی پیش کر دیا تھا۔ لیکن اس کو سترہویں صدی میں نیوٹن نے باقاعدہ طور پر منوایا۔ پھر بھی اعلحضرت کے زمانے تک یہ مشہور نہیں ہوا تھا گویا اس زمانے میں ایک جدید نظریہ تھا۔
اب غور طلب بات یہ ہے کہ اعلحضرت نے نہ تو اپنی زندگی میں انگریزی کا ایک حرف بھی سیکھا اور نہ ہی عربی میں سائنس کی کوئی کتاب پڑھی۔ تو لامحالہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ نظریہ ان کے دماغ کا کرشمہ تھا تو اس طرح یہ بھی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ آواز کے نظریہ تموج کے ایک بانی اعلحضرت بھی تھے جس طرح کہ "آکسیجن بیک زمانہ تین اشخاص نے تیار کی۔ لواشے، پریسٹلے اور اسکیل۔ اگرچہ تینوں کے طریقہ کار ایک دوسرے سے مختلف تھے" (کیمیا کے مصنفہ کیتھ گورڈن اروِن) اسی طرح یہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو نیوٹن نے اس نظریہ کو ثابت کیا دوسری طرف اعلحضرت نے اسے واضح کیا۔

عبارت:

ملفوظات ہی میں ہے،
"ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے الطف ہے وہ (ہوا) زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دو کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے دوسرے کو آواز پہنچے گی۔ مگر نہ اتنی کہ ہوا میں"۔ (ملفوظات اول ص ۱۱۷، سطر آخری)

تشریح:

اس عبارت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پانی چونکہ ہوا سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اس لئے اس میں آواز کی رفتار کم ہوگی۔

تبصرہ:

تحقیقات جدیدہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پانی میں آواز کی رفتار ہوا سے چار گناہ زیادہ ہے گویا اس طرح اعلحضرت کا نظریہ غلط کہا جائے لیکن جس طرح ہم پچھلے سائنسدانوں کی غلطیاں یہ سمجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں کہ کم از کم انہوں نے نظریات تو پیش کئے اور حقیقت کو بے نقاب کرنے کی کوشش تو کی۔ تو ہم اعلحضرت کی اس بات کو نظر انداز کیوں نہیں کر سکتے۔ بلکہ میرے خیال میں تو انہیں داد دینی چاہیے کہ انہوں نے ایک دینی عالم ہوتے ہوئے یہ بات سوچنے کی

ہمت کی۔

اس کے علاوہ جس طرح آج ہم اپنے پرانے بزرگوں کی باتیں سن کر ہنستے ہیں اس طرح مستقبل کی نسل بھی ہمارے خیالات ونظریات ، تجربات ومشاہدات پڑھ سن کر ہنسا کرے گی۔

مختلف ادوار میں مختلف خیالات ہوتے ہیں اوراپنے زمانے کے جدید ترین نظریات کہلاتے ہیں لیکن جب اور ترقی ہوتی ہے تو وہ نظریات غلط ثابت ہوجاتے ہیں تو یہ سلسلہ پہلے بھی جاری تھا اب بھی جاری اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

بہرحال بات موضوع سے ہٹ گئی تھی ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

۲)نور(Light)

عبارت:

فتاویٰ رضویہ (جلداول) میں ہے "شفیف اجسام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس آتی ہیں۔لہٰذا آئینے میں اپنی اوراپنے پسِ پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے۔لہٰذا آئینے میں داہنی جانب بائیں اور بائیں جانب داہنی معلوم ہوتی ہے لہٰذا شے آئینے سے جتنی دور ہواسی قدر دور دکھائی دیتی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلداول۔ص ۵۹۱)

تشریح:

اس بات کواس طرح سمجھنا چاہیے کہ ایک جسم سے آنے والی شعاعیں جب آئینے سے ٹکرا کر آنکھ میں داخل ہوتی ہیں تو دیکھنے والے کووہ شعاعیں آئینے کے اندر سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

"اب" جسم ہے اور "اب" جسم کی شبیہہ نقطہ دار خطوط یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ شعاعیں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں (جدید تحقیقات سے یہ باتیں ثابت ہیں) جسم کی شبیہہ آئینے کے اندر اتنے ہی فاصلے پر بنتی ہے جتنے فاصلے پر کہ جسم آئینے کے سامنے ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ شبیہہ دائیں بائیں الٹی ہوتی ہے ۔اسی لئے اسے عرضی الٹی شبیہہ (Laterally Inverted Image) کہتے ہیں۔

عبارت:

اسی جگہ ذرا آگے یہ عبارت ہے "زاویائے انعکاس ہمیشہ زاویائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد اول،ص ۵۹۱)

تبصرہ:

انعکاس کا یہ قانون ابن الہیثم نے پیش کیا تھا۔ اعلحضرت نے جبکہ ابن الہیثم کی کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ کسی کا اس عبارت میں حوالہ دیا تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کی بناء پر یہ نظریہ پیش کیا۔

تشریح:

تحقیقات جدیدہ سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی شعاع جب آئینے سے ٹکراتی ہے تو وہ منعکس (Reflect) ہوتی ہے اور اتنے ہی زاویے پر منعکس ہوتی ہے جتنے زاویے پر کہ وہ واقع ہوتی ہے گویا کم سے کم الفاظ میں "زاویۂ انعکاس زاویۂ وقوع کے برابر ہوتا ہے۔" اب آپ خود اندازہ لگایئے کہ جدید تحقیقات سے جو بات ثابت ہوئی وہ اعلحضرت کو کیسے معلوم تھی۔

مندرجہ بالا چند باتیں اعلحضرت کی علم طبیعات میں مہارت ظاہر کرتی ہیں۔ یہ باتیں تو دینی تصانیف سے اخذ کی گئی ہیں اگر وہ تصانیف شائع کر دی جائیں جو خاص اسی موضوع پر ہیں تو سائنسی دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے۔

علم الکیمیا (Chamistry)

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں کیمیا سے متعلق بہت سی تحریریں ملتی ہیں خاص طور پر باب التیمم میں عمل احتراق (Combustion) پر ایک مفصل باب ہے۔ جس میں احتراق کی پانچ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) احتراق (۲) ترمۂ (۳) لین (۴) ذوبان (۵) انطباع

اگرچہ یہ بیان بہت مفید ہے لیکن بہت تفصیل سے ہے۔ اس کے پڑھنے کا صحیح لطف اسی میں ہے کہ مکمل پڑھا جائے۔ البتہ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ احتراق:

احتراق کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شے آگ کا قوی تاثر لے لیکن اس کے اجزاء و مقاصد برقرار رہیں جیسے مٹی کہ آگ سے گرم ہو کر سیاہ ہو جائے۔ احتراق کی بھی چار صورتیں ہیں۔

(۱) انقا (۲) انطفا (۳) انتقاص 1 (۴) انتقاص 2 (انتقاص کی دو اقسام ہیں)

۲) ترمہ:

کسی چیز کا آگ کے اثر سے راکھ ہو جانا جیسے سنگ مرمر کہ جل کر چونا بن جاتا ہے۔

۳)لین:

نرم پڑنا جس طرح کہ کھانا پک کر اپنی حالتِ خامی سے نرم پڑ جاتا ہے۔

٤)ذوبان:

پگھل جانا یہ اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شے نہ تو آگ کے اثر سے اتنی گھل گئی کہ اس کے اجزاء اڑ جائیں اور نہ اتنی گرفت رہی کہ جمی رہے۔

٥)انطباع:

کسی چیز کا قابلِ صفت ہونا کہ جس طرح چاہیں گھڑ سکیں۔ البتہ اگر ڈھالا جائے تو وہ زوبان ہوگا۔

یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے ورنہ ان پانچوں حالتوں پر گیمولے نے اپنی کتاب ''سورج کی پیدائش اور موت (The birth and death of the Sun)'' میں لکھا ہے کہ سورج کے اندرونی حصے میں ہائیڈروجن صرف ہونے سے ہیلیم (HELIUM) پیدا ہوتی ہے۔''

یہ نظریہ پوری دنیا کے سائنسدان تسلیم کرتے ہیں یہاں بھی تو عنصر سے عنصر ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

۳) تمام سائنسدان مانتے ہیں کہ جب سورج زمین اور دوسرے سیارے وجود میں نہیں آئے تھے تو یہ ایک گولے کی صورت میں تھے اور یہ گولہ لطیف وسرد گیسوں پر مشتمل تھا۔ (سورج کی پیدائش اور موت، مصنفہ جارج گیمو)

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان لطیف وسرد گیسوں پر سے یہ ۱۰۵ عناصر کیسے وجود میں آئے؟ گویا یہ ماننا پڑے گا کہ عنصر سے عنصر تشکیل پا سکتا ہے۔

۴) ایسے عناصر جن کے ایٹمی نمبر ۸۲ سے زیادہ ہوں جیسے یورینیم (۹۲) ریڈیم (۸۸) اور پولونیم (۸۴) وغیرہ قدرتی طور پر قیام پذیر ہوتے ہیں یہ عناصر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مستقل طور پر ہر وقت مختلف نوعیت کی طاقتور شعاعیں خارج کرتے رہتے ہیں جسے تابکاری (Radio Activity) کہتے ہیں اس طرح ان کے ایٹموں کی توڑ پھوڑ ہوتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک قسم کے عنصر کے ایٹم سے تبدیل ہو کر دوسرے قسم کے عناصر کے ایٹموں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ایک عنصر سے دوسرا عنصر بن جاتا ہے۔

عبارت:

ملفوظات (حصہ سوم) میں ہے ''کیمیا تضیع مال ہے آج تک کہیں یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔'' (ملفوظات

(حصہ سوم، ص ۲۱ سطر ۷)

تشریح:

اس میں کیمیا گری یعنی سونا بنانے کا رد کیا گیا ہے۔

تبصرہ:

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ عالم تھے کہ بغیر سائنسی کتب پڑھے ہوئے اپنے دماغ سے تمام باتیں اخذ کرلیا کرتے تھے جو کہ اسّی فیصد صحیح ثابت ہوتی تھیں اور یہی بات یہاں پر ہے کہ آپ نے کیمیا گری کا انکار کیا ہے ورنہ بڑے بڑے سائنسدانوں جن کے اصولوں پر جدید سائنس کی بنیادیں استوار ہیں۔ کیمیا گری پر یقین رکھتے تھے۔ ایک ادنیٰ سی مثال ''بابائے سائنس'' نیوٹن کی ہے جو کیمیا گری پر یقین رکھتا تھا بلکہ اس کے سکریٹری کا کہنا ہے کہ وہ بہار کے موسم میں کیمیا گری کے علاوہ کوئی سائنسی تجربات نہیں کرتا تھا۔ (نامور مغربی سائنسدان، مصنفہ پروفیسر حمید عسکری)

اس کے برعکس دینی علم کے میدان کے شہ سوار اعلیٰ حضرت ہیں جو کیمیا گری کے مخالف ہیں۔



مسلمانوں کی ایجادات کے نمونے

یہاں پر چند نمونے عرض کردوں کہ جو چیزیں مسلمانوں نے ایجاد کیں وہ غیر مسلموں کو بھی مُسلّم ہیں۔ لیکن عوام اس سے بے خبر ہو کر الٹا مسلمانوں کی تحقیر اور یورپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

گھڑیاں اور پنڈولم

ابنِ یونس نے وقت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے آلہ پنڈولم ایجاد کیا۔ ابن الساعتی مشہور گھڑی ساز اور گھڑی سازی کے فن میں یکتائے روزگار تھا ''کلاک ٹاور'' اسی کی ایجاد ہے۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے شاہِ فرانس شارل مین کو ایک گھڑی بطور تحفہ بھیجی جس کو دیکھ کر شارل مین اور اس کے مصاحبین دنگ رہ گئے اور کسی کی سمجھ میں بھی نہ آیا کہ یہ کس طرح استعمال کی جائے۔ یہ گھڑی صنعت کا عجیب نمونہ تھی ایک بجے اس کے اندر سے ایک سوار نکلتا، دو بجے دو سوار نکلتے اور تین بجے تین۔ الغرض اسی طرح ہر گھنٹے کے بعد ایک سوار کا اضافہ ہوتا۔ اس عجوبہ روزگار ''گھڑی'' کو دیکھ کر شارل مین اور اس کے نیم وحشی مصاحبین بے اختیار پکار اٹھے۔ ''یہ تو جادو ہے۔''

(بحوالہ اخبار اندلس)

شیرِ میسور سلطان ٹیپو نے ماہر کاریگروں سے عجیب وغریب گھڑیاں بنوائی تھیں اور بقول ڈاکٹر فرانس ''ان کے بنانے کا طریقہ بالکل صیغۂ راز میں تھا۔''

شمسی کلینڈر

ایران کا عظیم شاعر، عمر خیام فلسفہ، شاعری، ریاضی کے علاوہ علم ہیئت میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ''شمسی کلینڈر'' کی موجودہ شکل عمر خیام کی مرہونِ منت ہے جسے مغربی شاطروں نے اپنی طرف منسوب کررکھا ہے۔

کرّۂ زمین کی پیمائش

محمد بن موسیٰ پہلا شخص تھا جس نے کرۂ زمین کی پیمائش کا طریقہ بتلایا۔ آلات ایجاد کئے اور اس فن میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

صابن اور ترازو

عوام الناس کا خیال ہے کہ صابن اہل یورپ کی ایجاد ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ صابن بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے چنانچہ اس حقیقت کا اظہار مسٹر سکاٹ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اقوامِ زمانہ قدیم باوجود اپنی تمام تہذیب وتمدن کے صابن کے وجود واستعمال سے قطعی ناآشنا تھے جو اہل عرب کی ایجاد ہے نیز ترازو بھی اہلِ عرب ہی کی ایجاد ہے۔'' (بحوالہ اخبار الاندلس)

محکمہ ڈاک

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ''محکمہ ڈاک'' قائم کیا تھا۔ یہی محکمہ بہت جلد خبر رسانی کا ایک بہترین نظام بنا اور اس نے دور دراز کے علاقوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ ہندوستان میں ڈاک تقسیم کرنے کا رواج سلطان محمد تغلق کے زمانے میں ہوا۔

بندوق اور عجیب وغریب چکّی

میر فتح اللہ شیرازی نے سب سے پہلے ایسی بندوق ایجاد کی جس سے پے در پے بارہ آوازیں پیدا ہوتی تھیں نیز شیرازی موصوف نے عہدِ اکبری میں ایک ایسی چکی بھی بنائی جو پانی اور ہوا کی مدد کے بغیر خود بخود چلتی تھی۔

تیزاب

"تیزاب" عربوں کی ایجاد ہے۔

توپ اور بارود

فرانسیسی مورخ ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے:

"منجملہ عربوں کی ایجادوں کے ایک بہت بڑی ایجاد "بارود" ہے۔ توپوں کا استعمال عربوں میں بہت کثرت سے ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کو زیادہ تر ۱۳۴۰ء میں الجسر کی حفاظت میں جس پر الفانسو یاز دہم نے حملہ کیا تھا استعمال کیا۔ شہر کے مسلمان فوج پر بہت سی گر جنے والی چیزیں، لوہے کے گولے، بہت بڑے بڑے سیب کے برابر پھینکتے تھے یہ گولے اس قدر دور جاتے تھے کہ بعض فوج کے اس پار گرتے اور بعض فوج پر گرتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے "تمدن عرب")

سی۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے:

"زینان۔ فوتے۔ لیبان اور چیلیڈ ڈاٹ جیسے فاضل علماء نے ایسی تحقیق و تدقیق کے بعد کہ جس میں مجال کلام نہیں رہتی یہ ثابت کیا ہے کہ اہل عرب ہی بارود اور توپوں کے موجد تھے۔"

غرق شدہ جہاز نکالنے والے آلات

ابوالصلت نے جرِ ثقیل کے وہ آلے بنائے جن سے غرق شدہ جہاز آسانی سے نکال لیا جاتا ہے۔

بادنما

عربوں نے ہوا کا رخ معلوم کرنے کے لئے ایک آلہ بنایا تھا۔ شام کی جامع مسجد کے ایک گنبد کے اوپر ایک مجسمہ تھا جس کی شہادت کی انگلی ہوا کے رخ پر خود بخود ہو جایا کرتی تھی۔

کاغذ

پروفیسر فلپ۔ کے۔ ٹی عربوں کی تاریخ میں رقمطراز ہے:

"یورپ پر اسلام کے بے شمار احسانات ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے کاغذ ایجاد کیا اور کاغذ کی ایجاد مراکش میں ہوئی۔"

مورّخ موسیو سیدیو کا بیان ہے:

"یوسف بن عمرو نامی عرب نے روئی کا کاغذ ایجاد کیا۔"

دُوربین

جسٹس امیر علی ''تاریخ اسلام'' میں لکھتے ہیں کہ ''دُوربین کا موجد ابوالحسن تھا۔ ایک نلکی تھی جس کے دونوں سروں پر شیشے لگے ہوئے تھے ان نلکیوں کو بعد میں ترقی دی گئی اور مراغہ و قاہرہ میں ان کا نہایت کامیابی سے استعمال ہوتا رہا۔''

قطب نما

ایس۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے:

''عرصہ دراز سے ملاحان ایملفی کو قطب نما کا موجد بتایا جاتا ہے جو سفید جھوٹ ہے۔ دراصل قطب نما کے موجد اہلِ عرب ہیں اور اہلِ یورپ نے عربوں ہی کے ذریعے قطب نما حاصل کیا۔ اس عظیم موجد کا نام ابنِ ماجد تھا۔'' (بحوالہ اخبار الاندلس)

ڈاکٹر جوزیف ہیل لکھتا ہے:

''اطالوی ملاحوں نے قطب نما کا استعمال عربوں ہی سے سیکھا تھا جس کے بغیر پندرہویں صدی کے عظیم الشان بحری سفر کبھی ممکن نہ تھے۔'' (تمدنِ عرب)

توپ

سلطان محمد فاتحِ قسطنطنیہ نے ایک ایسی توپ تیار کروائی تھی جو چھ سو پونڈ کا گولہ ایک میل تک پھینکتی تھی۔

ہوائی جہاز

آج ہم ہوائی جہاز کو فضا میں پرواز کرتے دیکھتے ہیں تو انسان کی قوت متخیلہ پر رشک آتا ہے اور بچے خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں۔ مہینوں کا سفر ہوائی جہاز کے ذریعے گھنٹوں میں طے کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ہوائی جہاز کو مغربی دنیا کی عجیب وغریب ایجاد تصور کیا جا رہا ہے۔ یہ ہماری کم علمی کا نتیجہ ہے اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کی زحمت گوارا کریں تو یہ راز طشت از بام ہو جائے گا کہ ہوائی جہاز کا اولین تصور پیش کرنے والا ایک مسلمان تھا۔

''ابوالقاسم عباسی حکیم اندلس نے ہوائی جہاز ایجاد کیا اور اس نے خود دُور تک اس میں سفر بھی کیا تھا لیکن اس میں کامل طور پر کامیابی نہیں ہوئی تھی کہ فرشتۂ اجل آ پہنچا۔'' (بحوالہ الجمعیۃ دہلی)

مصنوعی سیّارے اور دُور مار راکٹ

جب روس نے مصنوعی سیّارہ فضا میں چھوڑا اور دُور مار راکٹوں کا مظاہرہ کیا تو سائنسی دنیا میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ دوست دشمن سب نے روس کو اس عظیم کامیابی پر مبارکباد دی اور دنیا کے تمام اخبارات نے روسی سائنسدانوں کو خراجِ تحسین پیش کیا

،لیکن روسی محققین نے انتہائی ایمانداری سے واشگاف الفاظ میں اس بات کی تردید کی اور کہا کہ مصنوعی سیارے اور دُور مار راکٹوں کے موجد روسی نہیں بلکہ مسلمان ہیں، چنانچہ ۱۰ نومبر ۱۹۵۷ء کو ماسکو ریڈیو نے اپنی نشریات میں اس راز کو طشت ازبام کرتے ہوئے کہا:

''روس کے مصنوعی سیاروں اور دُور مار راکٹوں کا نظریہ عربوں کا رہین منت ہے اور یہ قیاس آرائیاں غلط ہیں کہ مصنوعی سیارے چھوڑنے اور دور مار راکٹ تیار کرنے میں روس نے ان سائنس دانوں سے استفادہ کیا ہے جو دوسری عالمگیر جنگ کے دوران روس کے ہاتھ آئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصنوعی سیارے فضا میں چھوڑنے اور دور مار راکٹوں کے تیار کرنے کا نظریہ روسی سائنسدانوں کو آٹھ سو سال قدیم کی ایک عربی کتاب کے مطالعے سے حاصل ہوا ہے۔ روسی سائنسدان زمانہ دراز سے اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کررہے تھے اور رفتہ رفتہ اس میدان میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

راڈار

ریڈار ایک الیکٹریکل نظام ہے۔ ایک بہت ہی مفید اور جدید ایجاد ہے۔ یہ ریڈیائی لہروں کو استعمال کرتا ہے اور ان اشیاء کا سراغ لگاتا ہے جو دور ہوں اور تاریکی اور بادل ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتیں۔

ریڈار امریکہ میں ۱۹۳۰ء میں ایجاد ہوا اور اب یہ دنیا کے ہر ملک میں استعمال ہوتا ہے۔ پہلے پہل ریڈار دشمن کے ہوائی جہازوں کا سراغ لگانے کے لئے بنایا گیا تھا اب یہ دنیا کے دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ جہازوں کو حفاظت سے اڑنے اور اترنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

ریڈار ایک متحرک چیز کی حیثیت اور اس کا فاصلہ بتاتا ہے۔ اگر وہ چیز متحرک ہے تو یہ اس کی رفتار اور اس چیز کا رخ بھی بتاتا ہے، ریڈار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ جہازوں کو حادثات سے روکتا ہے۔

روبوٹ

یہ ایک خودکار مشین ہے روبوٹ انسان کی دلچسپ اور حیران کن ایجاد ہے۔ روبوٹ کی ایجاد نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک یا ایک سے زائد انسانوں کا کام کرتی ہے۔ یہ سائنس انڈسٹری میں بھی استعمال ہوتی ہے اس کو چلانے کے لئے انسان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ مشین ازخود کام کرتی ہے گھروں کو صاف کرتی ہے اور بعض روبوٹ تو سریلے نغمات بھی گاسکتی ہیں۔

کمپیوٹر

کمپیوٹر کا استعمال آج کل عام ہے۔ یہ ایک خودکار بجلی کی مشین ہے آج کل انڈسٹریز، ہسپتالوں، بینکوں اور امتحانی بورڈوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کمپیوٹر دو طرح کے ہوتے ہیں انیلاک (نظیری) اور ڈیجیٹل (ہندسی) انیلاک کمپیوٹر مفروضات پر کام کرتا ہے اور ڈیجیٹل ہندسوں سے کام کرتا ہے۔ ایک بڑا کمپیوٹر دو لاکھ پچاسی ہزار کی جمع تفریق ایک سیکنڈ میں کر سکتا ہے۔ یہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ تک ضرب کے سوالات یا اس سے زیادہ اور ساٹھ ہزار تک کی تقسیم کے سوالات حل کر سکتا ہے۔

ایک کمپیوٹر چار غیر ملکی زبانوں کا ترجمہ کر سکتا ہے۔ کمپیوٹر کو "بجلی کا دماغ" بھی کہا جاتا ہے۔

شہاب ثاقب (Meteors)

یہ وہ چمکدار ستارے ہیں جو عموماً رات کے وقت آسمان سے گرتے نظر آتے ہیں جب کسی سیارے یا ستارے کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر فضا میں گھومنے لگتا ہے تو ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ وہ زمین کی طرف آنکلے۔ زمین کی کشش کے سبب اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور جب یہ زمین سے دو سو تین میل دور ہوتا ہے تو زمین کی فضا سے رگڑ کھا کر جل اٹھتا ہے اور اس کے سبب سے روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات شہاب ثاقب ہماری فضا میں سے گزرتے وقت زوردار آواز پیدا کرتے ہیں اور ہوا کے سخت دباؤ سے پھٹ بھی جاتے ہیں۔ شہاب ثاقب عموماً پتھر کے ہوتے ہیں، بعض پتھر اور لوہے کے مرکب بھی۔

۱۹۰۸ء میں سائبیریا میں ایک شہاب ثاقب گرا تھا جس کی گرمی سے کئی میل تک درخت جھلس گئے تھے۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں امریکہ میں بھی ایک جگہ شہاب ثاقب گرا تھا جس سے کئی عمارتیں تباہ ہو گئیں تھیں اور اتنی زوردار آوازیں پیدا ہوئیں تھیں کہ لوگ سمجھے کہ قیامت آگئی ہے یا کوئی ایٹم بم گرا ہے۔

دُم دار تارہ (Comet)

دُم دار تارے وہ ہوتے ہیں جن کا سرا چمکدار اور موٹا ہوتا ہے اور پیچھے لمبی چمکدار دم لگی ہوتی ہے۔ یہ تارے بھی سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں لیکن ان کا مدار بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہمیں شاذ ہی نظر آتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں دو دُم دار تارے دیکھے گئے تھے۔

سورج

سورج کا قطر آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہے اور وزن، زمین کے وزن سے تین لاکھ بتیس ہزار گنا زیادہ ہے۔ یہ اپنے محور پر گھومتا ہے اور تقریباً ساڑھے پچیس دن میں ایک چکر لگاتا ہے۔ اس کی سطح کا درجۂ حرارت چھ ہزار درجہ سینٹی گریڈ ہے جب

کہ اس کے مرکز میں درجہ حرارت سات کروڑ فارن ہائیڈ سے کم نہیں ہے۔ سورج کی روشنی زمین تک آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے اور اس کا زمین سے فاصلہ ۹۳۰۰۰۰۰۰ (نو کروڑ تیس لاکھ) میل ہے

چاند

چاند کا قطر ۲۱۶۰ میل ہے۔ یہ زمین کے گرد اپنا چکر ستائیس دن سات گھنٹے اور ۴۳ منٹ میں پورا کرتا ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ ۲۵۰۰۰۰ میل ہے۔ وہ ہماری طرف ہمیشہ ایک ہی رخ کرے ہوئے زمین کے چاروں طرف گردش کرتا رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے محور پر بھی گھومتا ہے، چاند کا ایک دن ہمارے پندرہ دن کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی رات بھی دو ہفتوں کے برابر ہوتی ہے چاند پر ہوا اور پانی ناپید ہیں اس لئے وہاں کسی قسم کی آبادی موجود نہیں۔

سائنسی امور سے چند نمونے عرض کئے ہیں تا کہ سائنس کے فوائد کا علم ہو اور اس میں مزید شوق پیدا ہو کہ اس کی تحقیق سے استفادہ اور استفاضہ کر کے حقانیت اسلام کا عقیدہ پختہ کریں۔

فقط والسّلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان